

سلطان العارفین

# حضرت سلطان بابو

(حیات و تعلیمات)



پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی

Marfat.com

سلطان العارفین  
حضرت سلطان بامبو  
حیات و تعلیمات

پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی



برٹش اکیڈمی فارہیومن انڈرستینڈنگ

## جملہ حقوق بحق مصنف

|               |   |
|---------------|---|
| نام کتاب:     | سلطان العارفین حضرت سلطان باہو حیات و تعلیمات |
| مصنف:         | پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی                  |
| اہتمام:       | ناصر احمد                                     |
| کپوزنگ:       | رضوان الحسن                                   |
| اشاعت:        | ۲۸ کمر سے ۰۷۹۲۴۹۹۷                            |
| تعداد:        | ۱۰۰۰  |
| مثال:         | مدثر علی                                      |
| ناشر:         | برٹش اکیڈمی فارہیومن انڈرسٹریز                |
| مطبع:         | شرکت پرنٹنگ پریس ۴۳ نسبت روڈ لاہور۔           |
| قیمت (پاؤند): | 10 پاؤند                                      |
| قیمت (روپے):  | 500 روپے                                      |

ملنے کا پتہ برطانیہ:

برٹش اکیڈمی فارہیومن انڈرسٹریز

17 ائیر سلے روڈ B12 8UR برمنگھم

رابطہ نمبر: 0044 121 440 4096

موباکل: 0044 786 973 4157

E-mail: books@bahu.co



ملنے کا پتہ پاکستان:

نستالیق پبلیکیشنز

فیروز سینٹر غزنی شریٹ اردو بازار لاہور

فون: 0331-4489310 موباکل: 042-37351963

E-mail: nastalique786@gmail.com



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ..... حیات و تعلیمات“ پیش خدمت ہے۔

اسے لکھتے ہوئے نیت یہ رہی ہے کہ اس سے تمام قارئین خاص و عام بہرہ اندوز ہو سکیں۔ اس سے پہلے دو کتب ”احوال و مقامات حضرت سلطان باہو“ اور ترجمہ و شرح رسالہ ”روحی“، لکھی گئیں مگر بعد ازاں بعض احباب نے رائے دی کہ وہ تصوف کے بارے میں ابتدائی معلومات نہ رکھنے والے اور کم پڑھے لکھے لوگوں کی ذہنی سطح سے بلند تر ثابت ہوئی ہیں۔ لہذا اب کسی کتاب کی تالیف ضروری سمجھی گئی جو ہر سطح پر قاری کے لئے مفید اور معلومات افزایا ہو۔ اللہ کرے کہ زیر نظر کتاب سے مجھ فقیر کو اس مقصد میں کامیابی حاصل ہو۔

حضرت سلطان باہو کے حالات زندگی کے بارے میں لکھتے ہوئے اب بھی زیادہ تر انحصار ”مناقب سلطانی“ پر ہی کرنا پڑتا ہے جو حضرت سلطان صاحبؒ کی اولاد میں سے پانچویں پشت میں ایک بزرگ حضرت صاحبزادہ سلطان حامدؒ نے لکھی۔ انہوں نے ان روایات کی روشنی میں حالات لکھے جو بزرگوں اور درویشوں کی زبانی ان تک پہنچیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ رد و بدل کے ساتھ وہی روایات یا بعض مزید روایات درگاہ شریف کے عقیدتمندوں اور حضرت سلطان العارفینؒ کی اولاد کے حافظے میں گردش کرتی رہیں اور ان کی روایت و حکایت بھی جاری رہی۔ اس تمام عرصہ میں جو لوگ درگاہ پر رہے وہ بعض اوقات انہیں قلمبند کرتے رہے۔ حضرت سلطان العارفینؒ کی سوانح لکھتے ہوئے اب کے ان روایات پر مشتمل یہ مجموع بھی پیش نظر رہے جن میں

مندرجہ ذیل اہم ہیں:

۱۔ مخزن الامراض مؤلفہ فقیر نور محمد سروری قادری گلا جوی

۲۔ رسالہ سوانح عمری حضرت سلطان العارفین سلطان باہو حاجی مولوی محمد دین گجراتی

مطبوعہ ۱۹۲۷ء

۳۔ مجموعہ یادداشت حضرت صاحب زادہ سلطان محمد عبد العزیز۔ مؤخر الذکر دونوں تحریروں کے لئے یہ فقیر حضرت صاحب زادہ سلطان محمد صدر علیؒ کا شکر گزار ہے۔ مولوی محمد دین گجراتیؒ کا رسالہ نایاب تھا اور ان کے والد مکرم حضرت سلطان محمد عبد العزیزؒ کی یادداشتیں غیر مطبوعہ تھیں۔ انہوں نے ازراہ کرم اس فقیر کو ان سے استفادہ کرنے کا موقع بھی پہنچایا۔

بائیں ہمه یہ بات بھی بڑی حد تک درست ہے کہ بعض روایات کی مزید تصدیق و تحقیقی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے البتہ اس کتاب میں جہاں تک ممکن تھا، کہیں کہیں روایت کے ساتھ درایت سے بھی کام لیا گیا ہے۔

تعلیمات پر مختصر نوٹ لکھنے کے بعد حضرت سلطان العارفینؒ کے مختلف موضوعات تصوف و سلوک پر موزوں اور عام فہم ارشادات نقل کئے گئے ہیں جنہیں ان کے تمام رسائل و کتب کے مطالعہ کی غواصی کے بعد منتخب کیا گیا۔ انتخاب کرتے ہوئے ایسے جملے نوٹ کئے گئے جو مفہوم کے لحاظ سے مکمل اور سمجھنے میں آسان ہیں۔

پہلے خیال تھا کہ ان ارشادات کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں مگر وصال سے چند ہفت قبل حضرت سلطان غلام دشمن القادری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو انہوں نے مشورہ دیا کہ

۱۔ یہ اور اس زیر کتابت تھے کہ حضرت سلطان محمد صدر علیؒ ایک موثر کے حادثہ کے سبب عین عنفوان شباب میں اپنے خلق حقیقی سے جا ملے۔ انا اللہ و انا لیلہ راجعون۔ آپ صحیح معنوں میں اپنے اجداد کے فقر کے وارث تھے۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کے درجات بلند فرمائے۔

۲۔ اس دور میں حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے اسلاف میں حضرت سلطان غلام دشمن القادری ایک بزرگ شیخ طریقت تھے۔ وہ حقیقی معنوں میں ایک عارف کامل تھے۔ وزیرستان، بلوچستان اور ڈیرہ جات کے علاقوں میں ان کے ہزاروں مرید تھے۔ اکثر انہی علاقوں میں اور وہاں پر رہتے تھے اور وہاں کے باشندوں کی تعلیم و

حوالے دے دینے چاہئیں تاکہ اگر کوئی صاحب علم و فہم مزید مطالعہ اور تصدیق و تحقیق کرنا چاہے تو ایسا کر سکے۔ اس کی تقلیل کی گئی اور حوالوں کی فہرست آخر میں دے دی گئی ہے۔

اردو اور فارسی میں عام زبان میں استعمال ہونے والے کئی الفاظ ایسے ہیں جو تصوف میں اصطلاحات کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ اہل تصوف و سلوک کے ہاں ان کے معنی تبعین ہیں۔ عام قارئین کے لئے اس کتاب میں استعمال ہونے والے ایسے الفاظ و اصطلاحات کی فہرست میں مع شرح بھی مہیا کردی گئی ہے۔

سید احمد سعید ہمدانی

نوشہرہ (وادیِ سون سیکسیر)

۶ ستمبر ۱۹۸۶ء

---

تربيت اور فلاح و بہبود میں کوشش رہتے تھے۔ اسال ۱۹۸۶ء گرمیوں میں دل کا دورہ پڑنے پر کوئی کے ہسپتال میں داخل ہوئے اور وہیں پر ۹ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ مجری کو وفات پائی۔

درگاہ شریف حضرت سلطان باہو پر عرس جاری تھا۔ نعش مبارک ایمبو لینس پر کوئی سے لائی گئی، عاشورہ کے روز جنازہ ہوا اور دوبار کے نزدیک اپنی بستی میں تعمیر شدہ روپسہ میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی قبر کو پر نور بنائے۔ مجھ فقیر پر بہت شفقت فرماتے تھے اور حضرت سلطان العارفینؒ کے بارے میں میرے کام پر خوش ہوتے اور دعا فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بھی اجر خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

[Marfat.com](http://Marfat.com)

## فہرست

| صفحہ نمبر | عنوانات                | نمبر شمار |
|-----------|------------------------|-----------|
| 11        | حضرت سلطان باہو کا عہد | -1        |
| 19        | حیاتِ حضرت سلطان باہو  | -2        |
| 74        | تعلیمات                | -3        |
| 89        | پنجابی شاعری           | -4        |
| 92        | ارشادات                | -5        |
| 127       | شرح اصطلاحاتِ صوفیہ    | -6        |
| 140       | حوالہ جات              | -7        |

بزمِ باہوؒ (لاہور) کے ارائیں

جناب میاں محمد جاوید (صدر)

اور

جناب راجار سالو (جزل سیکرٹری)

کے نام

جن کی مساعیِ جمیلہ نے جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں بھی  
حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ رحمۃ اللہ علیہ کی  
تعلیمات کے مطالعہ کا ذوق پیدا کیا۔

## سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کا عہد

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا سال پیدائش بعض تذکرہ نگاروں نے سال ۱۶۳۱ء کھا ہے مگر کئی جگہوں پر سال ۱۶۲۷ء درج ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ شاہجہان کے جشنِ تاج پوشی کا سال تھا۔

شہزادہ خرم مغلوں اور ترکوں کے دستور کے مطابق اپنے حریقوں کو راستے سے ہٹا کر ”ابوالمنظفر شہاب الدین صاحب قران ثانی شاہجہان غازی“ کے لقب سے ۱۶۲۸ء کو تخت پر بیٹھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت سلطان باہو اس سے کچھ پہلے یا کچھ بعد میں پیدا ہوئے۔ شاہجہان نے تخت نشینی کے معا بعد پہلے تو دکن اور راجپوتانے کی بغاوتوں کو فرو کیا۔ اس کے بعد ۱۶۳۲ء میں ساحلی علاقوں پر پرتگیزی فتنے کا قلع قلع کیا۔ ۱۶۳۰ء-۱۶۳۲ء میں دکن میں سخت قحط پڑا تو حتی الامکان متاثرین کو مدد بھم پہنچائی۔ پھر ایک دوسالوں میں دکن کی ریاستوں کو باقاعدہ مطیع بنالیا۔

اب شاہجہان کے دل میں یہ سماں کے وہ شمال مغربی علاقوں مثلاً قندھار اور آبائی علاقوں مثلاً ازبکستان میں بلخ، بخارا اور سمرقند کو قبضے میں لائے مگر قندھار ہی فتح ہو سکا نہ بلخ بخارا حاصل کر کے اس کے دل کو تسلیم ہوئی۔ الثا مغل سلطنت کے وقار کو صدمہ پہنچا۔

شاہجہان نے ملک کے مختلف حصے اپنے بیٹوں کی عملداری میں دیئے مگر بڑے بیٹے اور ولی عہد دار اشکوہ کو اپنے پاس پایہ تخت میں رکھا۔ دکن میں اپنے بیٹے اور نگ زیب کو حاکم مقرر کیا جو

۱۶۳۶ء سے ۱۶۴۲ء تک اس علاقے میں مزید فتوحات اور انتظار میں مصروف رہا مگر اس عرصہ میں اس کا بڑا بھائی دار اشکوہ اس کے خلاف باپ کے کان بھرتا رہا اس لئے شاہی مداخلت جاری رہی حتیٰ کہ اورنگ زیب نے ۸ سال بعد تنگ آ کر دست برداری اختیار کر لی لیکن پھر کچھ ماہ بعد بہن شہزادی جہاں آراء بیگم کی کوششوں سے باپ بیٹا میں تعلقات کچھ خوشنگوار ہوئے تو ۱۶۴۵ء میں اورنگ زیب کو گجرات کا حاکم بنادیا گیا جہاں سے ۱۶۴۷ء میں اسے بلخ بخارا کی مہماں پر روانہ کر دیا گیا۔ وہاں اگرچہ اس نے اپنے طور پر بہادری اور جنگی مہارت کا مظاہرہ کیا مگر یہ مہماں نتیجہ کے لحاظ سے شاہجہان کے ناکام عسکری منصوبوں میں شمار کی جاتی ہیں۔

۱۶۵۳ء میں دوسری بار اورنگ زیب کو دکن کا حاکم بنادیا گیا۔

اس وقت دکن میں آئے دن نئے عمال آنے کی وجہ سے حالات خاصے بگڑ چکے تھے۔ اقتصادی حالت خراب تھی جسے درست کرنے کے بعد اورنگ زیب نے کسانوں کی حوصلہ افزائی کی اور ٹوڈر مل کا پیمائش اور مالیتے کا ستم راجح کیا جس سے دوبارہ کچھ خوشحالی کی صورت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد اورنگ زیب نے گولکنڈہ اور بیجا پور کی ریاستوں کو دوبارہ مطبع کرنے کی طرف توجہ دی مگر اس تمام عرصہ میں پہلے کی طرح دار اشکوہ کی طرف سے شاہجہان کے ذریعے مداخلت جاری رہی جس سے اورنگ زیب کو خاصی کوفت کا سامنا کرنا پڑا۔

اورنگ زیب دکن میں مصروف تھا کہ شاہجہان کی بیماری کی خبر پھیلی اور ساتھ ہی دکن جیسے دور دراز مقامات پر یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ شاہجہان کی وفات واقع ہو چکی ہے اور دار اشکوہ اقتدار پر اپنے قبضے کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ شاہجہان کے باقی تینوں بیٹے اورنگ زیب، شجاع اور مراد جو پایہ تخت سے دور صوبوں میں بیٹھے تھے، چونکے ہو گئے۔ اورنگ زیب دکن میں، شجاع بنگال میں اور مراد گجرات میں تھا۔ دربار میں ولی عہد دار اشکوہ برا جمان تھا اور باپ کی سرپرستی کے ساتھ اس کی ایک بہن جہاں آراء بیگم کی معاونت اسے حاصل تھی دوسری بہن روشن آراء بیگم کی ہمدردیاں اورنگ زیب کے ساتھ تھیں۔

شاہجہان سے اس کے مرض نے شاید قوتِ فیصلہ چھین لی تھی اس لئے اس کے جیتنے جی  
چاروں سگے بھائیوں میں جنگ چھڑ گئی۔

یوں تو مغلوں میں تخت نشینی کے لئے ہمیشہ جنگ ہوا کرتی تھی کیونکہ ان کے ہاں بادشاہ  
کی جائشی کے لئے ولی عہد کا بادشاہ ہونا کوئی حتمی طور پر طے شدہ امر خیال نہیں کیا جاتا تھا چنانچہ یہ  
جنگ تخت نشینی بھی کچھ زیادہ اہم نہ ہوتی اگر اس مقابلے کے پیچھے نظریات و عقائد کی کشمکش بطور  
محرك کام کرتی نظر نہ آتی۔

شہنشاہ اکبر کے زمانہ سے اس کی مذہبی پالیسی کی بناء پر دینی معاملہ اہمیت اختیار کر گیا  
تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اور دیگر راسخ العقیدہ علماء نے اس گمراہی کی مخالفت کی  
تھی جو دربار اور شاہی محلات میں ہندوؤں کے بعض عقائد اور رسوم و رواج کو اپنانے سے پھیل رہی  
تھی۔ اس دوران میں خود مسلمانوں کے اندر بھی شیعہ سنی مناقشت جڑیں پکڑتی رہی اور تصوف کے  
پردے میں ظواہر شریعت کے خلاف بے راہ روی کو بھی پھیلنے کا موقع ملتا رہا۔

اکبر کے بعد یہ کچھ دی جہانگیر اور شاہجہان دونوں کے زمانے میں پکتی رہی اور جب  
مذکورہ چاروں شہزادوں کے درمیان جنگ تخت نشینی شروع ہوئی تو گویا اب اس کشمکش کے عروج کا  
وقت آگیا تھا۔ لہذا ہر بااثر دینی گروہ یا فرقہ نے اپنے عقائد اور مفادات کے پیش نظر شہزادوں کی  
پشت پناہی کی۔

دارالشکوہ نے ایک صوفی کی حیثیت سے اپنے نظریاتی مسلک کی ابتداء کی تھی اور صوفیاء  
کرام کے حالات و مناقب سفیہۃ الاولیاء (۱۶۲۰ء) اور سکینۃ الاولیاء (۱۶۲۲ء) میں بیان کئے۔  
فقہ میں حنفی مذہب اور طریقت میں قادری طریقہ سے دائبگی کی بناء پر حنفی اور قادری کے انقلاب  
اپنے نام کے ساتھ لگائے۔ ملا شاہ بدخشی کا مرید بنا اور ان کی زیر نگرانی مراقبات وغیرہ کا بھی  
التزام کرتا رہا۔ اس نے اپنے ایک رسالہ حق نما (۱۶۳۱ء) میں اپنی کچھ داردات بھی بیان کی ہیں مگر  
بعد ازاں اس کا شوق اسے ہندو دیدانت کے مطالعہ کی طرف لے گیا۔ اس نے ۱۶۵۵ء میں مجمع

البھرین لکھی اور تصوف اور ہندو سریت کو برابری کا درجہ دیا۔ اس دور میں اس نے اپنے نام کے ساتھ خفی اور قادری لکھنا بھی چھوڑ دیا۔ ۱۶۵۷ء میں اس نے سری اکبر لکھی جس میں کچھ اپنے شدou کا ترجمہ کیا گیا تھا اور قرآن کا کے بارے میں ایسے الفاظ لکھے جنہیں لوگوں نے ناپسند کیا۔ یہ تو اس کی علمی دلچسپیوں کا حال تھا مگر اس پس منظر کے ساتھ کچھ باتیں اس کے ذاتی کردار میں بھی انوکھی تھیں مثلاً اپنے صوفی ہونے کا اعلان کرنے کے باوجود وہ طواہ شریعت کی پابندی کو اپنے لئے ضروری خیال نہ کرتا تھا۔ شراب پیتا تھا۔ اپنے عقائد کے جواز میں بابا لال جیسے ہندو یوگیوں کے اقوال دھرا تھا۔ ویدوں کو الہامی مانتا اور کہتا تھا۔ ہندوؤں کے ساتھ مجلس زیادہ تھی، ایک ایسی انگوٹھی پہنچتا تھا جس کے نگینہ پر ”پر بھو“ کندہ تھا۔ اسی طرح مسلمانوں میں سے اہل شیعہ میں رسول حاصل تھا۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں راسخ العقیدہ مسلمان اس کی تخت نشینی کو اسلام کے لئے خطرہ سمجھنے لگے تھے۔ مسلمانوں میں بارسون خ طبقے مثلاً اکابر سادات، سینی علماء اور صوفیاء سب کی حمایت وہ کھوبیٹھا تھا۔ چنانچہ ان امراء نے بھی جوان طبقوں کے زیر اثر تھے اس سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔

نظریاتی لحاظ سے دوسری اہم حیثیت اور نگ زیب کی تھی جس کی ایک راسخ العقیدہ مسلمان شہزادے کے طور پر دور دور تک شہرت تھی۔ وہ شریعت کے اوامر و نواہی کا سختی کے ساتھ پابند تھا۔ طریقت میں وہ برہان پور (باب دکن) کے شیخ برہان کا جنہیں عام طور پر ملا حضرت جی کہا جاتا تھا، مرید تھا۔ اور برہان پور کے تمام صوفیاء و اتقیاء شیخ بائزید برہان پوری، شیخ نظام فاضل برہانپوری، شیخ قطب برہان پوری اور سید شیر محمد قادری بھی اور نگ زیب کی تائید کرتے تھے۔ بعض مقامات پر کچھ بزرگوں نے کھلم کھلا اس موقع پر اور نگ زیب کے حق میں دعا کیں کیں۔ ان میں گوالیار کے ایک صوفی بزرگ سید نعمت اللہ نارنوی نمایاں نظر آتے ہیں۔ وہ کبھی شہزادے سے ملے تک نہیں تھے لیکن اس کی خوبیاں سن کر اس کے مؤید ہو گئے تھے حالانکہ اور نگ زیب کا بھائی شجاع ان کے مریدوں میں سے تھا چنانچہ جب اور نگ زیب کا مقابلہ کرنے کے لئے شجاع روانہ ہوا تو

انہوں نے اس کی حرکت پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے بنگال کے علاقے سے ہجرت کی۔ اسی طرح اورنگ زیب نقشبندی طریقہ کے شیخ حضرت خواجہ معصوم سرہندیؒ کا بھی جو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے عظیم فرزند اور خلیفہ تھے معتقد و مرید تھا۔ داراشکوہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کیخلاف تھا۔ اس بناء پر نقشبندی صوفیاء اولیاء کی دعا میں بھی اورنگ زیب کے حق میں تھیں۔ امر واقع یہی ہے کہ صوفیاء کرام، علماء و فقهاء اور تمام سنی سادات اورنگ زیب کا ساتھ دے رہے تھے۔ ان سب کو یقین تھا کہ اورنگ زیب کے سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد مذہبی بے راہروی کا سیلا بھٹم جائے گا اور اسلام کو استحکام فصیب ہو گا۔

دوسرے دونوں بھائی یعنی شجاع اور مراد نے بھی اپنے طور پر بزرگوں کی حمایت حاصل کرنا چاہی چنانچہ جیسا کہ ذکر ہوا شجاع حضرت نعمت اللہ نارنولی کا مرید تھا اور مراد نے بھی ایک بزرگ سید جعفر شاہ گجراتی کی بیعت کر کھی تھی لیکن ان کا یہ تعلق جنگ تخت نشینی میں ان کے کچھ کام نہ آسکا۔ عوام و خاص کی نگاہوں میں درحقیقت مقابلہ اورنگ زیب اور داراشکوہ کے درمیان تھا۔ بالآخر اورنگ زیب کو کامیابی حاصل ہوئی۔ شاہ جہان کو عمر کے باقی ماندہ برس قید میں گزارنے پڑے، داراشکوہ مارا گیا اور اورنگ زیب ”ابوالمنظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی“ کے لقب سے ۱۶۶۹ء میں تخت پر بیٹھا۔ دو ماہ تک اس کی تخت نشینی کی خوشیاں منائی جاتی رہیں۔

شہزادوں کی اس جنگ تخت نشینی کے موقع پر حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تقریباً تیس (۳۰) سال ہوگی۔ اندریں بارہ یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ان کی ہمدردیاں کس شہزادے کے ساتھ تھیں۔ اس وقت ان کی جو تصنیفات موجود ہیں ان میں انہوں نے اورنگ زیب کی کھل کر تعریف کی ہے اور اسے ”حضرت سلطان بادشاہ خلائق پناہ محی الدین اورنگ زیب، بادشاہ غازی، عادل بادل زاہد اسرار ربانی سے واقف اور علم سنجانی سے آگاہ“ (نور الہدی ابتدائی سطور) کہا ہے۔ اپنے رسالہ ”قرب دیدار“ کے شروع صفحات میں یہ شعر لکھا ہے۔

عمل شاہی عبد اللہ اللہ است

کہ اورنگ زیب غازی بادشاہ است

”پنجاب کے صوفی شعراء“ (انگریزی) کی مصنف ڈاکٹر لا جونی رام کرشن اور ان سے متاثر لوگوں نے اس بارے میں بے سود قلابے ملائے ہیں۔ پہلے تو انہوں نے یہی بات سو فیصد درست مان لی کہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے حضرت سید عبدالرحمٰن قادریؒ کے مرید تھے، پھر چونکہ وہ قادری تھے اس لئے ان کی ہمدردیاں خواہ مخواہ دار اشکوہ کے ساتھ ہوئی چاہئیں کیونکہ وہ بھی قادریوں سے نسبت رکھتا تھا۔ پہلی بات تو صرف اس حد تک صحیح مانی جاسکتی ہے کہ حضرت سلطان العارفینؒ ان سید عبدالرحمٰن قادریؒ سے کبھی ملے ہوں گے لیکن ان سے بیعت کا بیان روایت و درایت کی رو سے خلاف واقعہ نظر آتا ہے (اس کی صراحت زیر نظر کتاب میں مناسب موقع پر کرداری گئی ہے) جہاں تک دار اشکوہ کا قادریوں سے تعلق کا مسئلہ ہے تو وہ بھی جنگ تخت نشینی چھڑنے سے پہلے اگر کلی طور پر نہیں ٹوٹ چکا تھا تو خاصاً کمزور ہو گیا تھا۔ اسی لئے اس دور کے تمام بزرگان طریقت دار اشکوہ کو ہندوستان کا حکمران نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

ایک اور بات بھی ڈاکٹر لا جونی اور ان کے ساتھیوں کی سمجھ میں نہیں آئی۔ ان کا سوال یہ ہے کہ حضرت سلطان العارفینؒ آخر اور نگ زیب کے دربار سے کیوں دور رہے؟ لیکن اگر اس کے جواب میں ایک سوال ان سے پوچھ لیا جائے کہ آخر حضرت سلطان صاحبؒ کا دربار سے متعلق ہونا کیوں ضروری تھا؟ تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہو گا۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو تتمام عمر اکنہ حکومت سے دور کو ہستانی اور صحرائی عوام میں تبلیغ کرتے پھرے اور فقر و درویشی میں طالبان حق کی تربیت میں مصروف رہے۔ تاریخ تصوف میں بعض مشائخ ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے امراء و شرفاۓ سے ربط و ضبط رکھا تاکہ اس کے ذریعہ سے ان لوگوں کے کان میں بھی حق کی بات پڑتی رہے۔ اور موقع پڑنے پر لوگوں کی شکایات ان تک پہنچا کر ان کی دادری کرائیں لیکن کچھ مشائخ کا عمل اس کے برعکس رہا ہے۔ انہوں نے محلوں اور درباروں سے کوئی سروکار نہیں

رکھا اور خاموشی کے ساتھ عوام کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے اور اس کام کو پیغمبروں کی سنت سمجھ کر باقی سب مشاغل اور تعلقات پر اسے فوقيت دی۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو ثانی الذکر گردہ کے روایہ کے مطابق عمل پیرار ہے۔

آپ زیادہ تر سرائیکی علاقوں میں مصروف کار رہے اور یہ عجیب بات ہے کہ اورنگ زیب کے عہد میں اس علاقے کو چھوڑ کر باقی تمام علاقوں میں کچھ نہ کچھ بدانتی پیدا کرنے والے واقعات رونما ہوتے رہے مثلاً شمالی ہندوستان میں جاؤں، سکھوں اور سنت نامیوں نے بغاوتوں کیں جنہیں فرو کیا جاتا رہا۔ شمال مغربی علاقوں میں افغانوں کے خلاف فوج کشی کی گئی اور دکن میں مرہٹوں نے عذر مچائے رکھا مگر سرائیکی علاقے پر امن رہے۔

۱۶۹۰ء میں جب حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ تو اس وقت بھی اورنگ زیب حکمران تھا (اس کی وفات ۷۰۷ء میں ہوئی)

ایک عجیب بات یہ نظر آتی ہے کہ ۱۶۹۰ء تک اورنگ زیب ہر ہم میں کامیاب رہا لیکن ۱۶۹۰ء کے بعد یکخت حالات کا رخ خلاف ہو گیا یعنی اورنگ زیب دکن میں جہاں وہ مصروف پیکار تھا، مرہٹوں کے خلاف مہماں میں جگہ جگہ ناکام ہونے لگا حتیٰ کہ انہی مہماں کے دوران احمد نگر (دکن) کے مقام پر چل بسا۔ ”ترکشِ مارا خندگِ آخریں“ (اقبال)

کیا ۱۶۹۰ء تک اورنگ زیب کی کامیابی سلطان الفقر و سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی ”دعوت“ کی مرہون منت تو نہیں تھی جسے وہ کفار کے خلاف بادشاہ اسلام کی کامیابی کے لئے پڑھنا ضروری سمجھتے تھے؟ حضرت سلطان العارفین کے عملی سلوک پر نظر رکھنے والے کسی

لے ”دعوت“ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو کے عملی سلوک کا اہم جزو ہے اس کو دعا کا ایک طریقہ کہا جاسکتا ہے۔ دعوت کے لئے دو چیزیں لازمی ہیں یعنی کسی ولی کی قبر ہوا اور اس پر مطلب براری کے لئے قرآن پڑھا جائے اس کے کچھ آداب ہیں اور جن امور کے لئے یہ دعوت پڑھی جاتی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ عامل کامل کو بادشاہ اسلام کی اعانت کے لئے دعوت پڑھنی چاہئے جو کافروں سے جنگ کر رہا ہو۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے رقم کی تصنیف ”احوال و مقامات حضرت سلطان باہو“ صفحہ ۱۰۱ا صفحہ ۱۲۳

بھی معتقد کے دل میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ جس کا جواب اثبات میں خود اس کے لئے تو تسلی بخش ہو گا مگر ظاہری شواہد نہ ہونے کی بناء پر شاید کسی دوسرے کی یقین دہانی کے لئے کافی نہ ہو۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہور حمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات میں ان کے عہد کے واقعات کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ ان کے بارے میں مروی حالات سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ایک بار وہ اورنگ زیب سے ملے ضرور تھے اور جب بادشاہ نے حصول فیض کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں جہاں بھی رہوں تمہیں فیض پہنچتا رہے گا لیکن میرے آنے یار ہنے پر اصرار مت کرو۔

در اصل تمام مشائخ کبار کی طرح حضرت سلطان العارفین <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> معملاً طور پر سلوک سکھانے والے مرشدِ کامل تھے اور اپنی تصنیفات اور دیگر مشاغل میں بھی انہوں نے بس اپنے کام سے کام رکھا یعنی تحریر و تقریر میں لوگوں کو فقیری اور درویشی کے ظاہری و باطنی رموز سکھاتے رہے انہیں جب یہ یقین ہو گیا کہ ملک پر ایک قابل، نتظم اور راسخ العقیدہ مسلمان بادشاہ غازی حکمران ہے تو پھر انہوں نے امورِ مملکت اور ان سے متعلقہ شعبہ ہائے زندگی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور سفر و حضر میں عوام کی تعلیم و تربیت میں ساری زندگی بس رکر دی۔ اب یہ بات تو الہی مصلحت و حکمت کا نتیجہ ہے کہ ثقافتی مراکز میں نہ بیٹھنے کے باوجود ان کا اسم گرامی چار دا انگ عالم میں پھیلا ہوا ہے اور الہی وعدہ کے تحت ان کی کتب کے مطالعہ اور ان کی قبر مبارک کے انوار سے ایک خلقت مستفیض ہو رہی ہے۔



## حیاتِ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو

سلطان الفقراء و سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اپنی ہر چھوٹی بڑی تصنیف کے شروع میں اپنے بارے میں عام طور پر ایک تعارفی جملہ ضرور لکھتے ہیں یہ ان کی تصانیف کی ایک ایسی علامت اور سند ہے کہ اگر کسی کتاب یا رسالے کی ابتدائی سطور میں اس قسم کا کوئی جملہ نہ لکھا ہو تو شک پڑتا ہے کہ شاید یہ ان کی اصل تصنیف نہ ہو بلکہ ان کی کتاب کی تلخیص ہو یا ان کی کتب سے اخذ کردہ کلمات کا کوئی مجموعہ بطور یادداشت بعد ازاں مرتب کیا گیا ہو..... اس قسم کے محمل تعارفی جملوں میں حضرت سلطان باہو نے اپنی سوانح کے بنیادی حقائق کے بارے میں ضروری اشارات قلمبند فرمائے ہیں۔ باقی جو کچھ ہے، وہ اس اجمال کی تشریح و تفصیل ہے۔

”نور الہدی“ کے دیباچے میں تحریر فرمایا ہے۔

”مصنف تصنیف قادری سروری باہو، فنا فی ہو، ولد بازیڈ عرف اعوان ساکن قلعہ شور“۔ بعض کتب کے دیباچے میں اپنے روحانی مقام کے بارے میں کچھ زیادہ کھل کر لکھا ہے جیسے ”عقل بیدار“ اور ”روحی“ میں، اسی طرح ”کلید التوحید“ میں ذکر کرتے ہیں کہ آپ کا زمانہ ”صاحب شریعت اور رازِ دین سلطان مجی الدین اور نگ زیب“ کا دور ہے۔ رسالہ ”روحی“ اور ایک دو اور رسائل میں جائے سکونت کے بارے میں ”ساکن قرب وجوار قلعہ شور“ لکھا ہے اور ساتھ ہی دعا یہ کلمہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اللہ اسے فتنوں اور سختیوں سے محفوظ رکھے۔

آئیے اب ان خود نوشت اشارات کی روشنی میں مزید کچھ شواہد کی مدد سے حضرت

سلطان العارفین کے سوانحی حالات پر نظر ڈالیں اس سلسلہ میں سب سے پہلے ان کے خاندانی پس منظر اور آباء و اجداد کا ذکر ضروری ہے جن کی طرف محققین نے اس سے پہلے کوئی خاص توجہ نہیں دی۔

### خاندانی پس منظر "اعوان"

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو اعوانوں کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اعوانوں کا شجرہ نسب حضرت علیؑ سے جاملتا ہے۔ سلطان محمود غزنوی جب سومنات پر حملہ کرنے کے لئے ہندوستان روانہ ہوا تو اس کے ساتھ علویوں کے ایک دستے نے ہمراہی کی اجازت چاہی جس کی قیادت میر قطب شاہ یا میر قطب حیدر کر رہے تھے۔ سلطان محمود غزنوی نے بخششی اجازت دی اور اس دستے کو "اعوان" کا خطاب دیا۔ بعد ازاں اس قبیلے کے لوگ اسی لقب سے موسوم ہوئے۔

اعوانوں نے سومنات کی لڑائی میں بہادری کے جو ہر دکھائے اور بادشاہ ان سے بہت خوش ہوا۔ جب لشکر واپس ہونے لگا تو میر قطب شاہ یا میر قطب حیدر نے سلطان سے درخواست کی کہ انہیں ان کے گروہ کے ساتھ ملک کے کونوں کھدوں میں حکمران راجپوت سرداروں اور جاگیرداروں کی سرکوبی کے لئے مامور کیا جائے۔ سلطان نے یہ درخواست قبول کر لی۔ چنانچہ میر قطب حیدر اعوانوں کے لشکر کو لے کر موجودہ علاقہ پوٹھوہار کے گرد و نواح اور کوہستان نمک کے علاقوں میں بر سر اقتدار جنخونہ اور چوہان راجپوتوں پر حملہ آور ہوئے۔ ان کو پسپا کر کے انہوں نے پہاڑوں سے نیچے دھکیل دیا اور اعوان قبائل ان پہاڑوں کی خوبصورت وادیوں پر قابض ہو کر ان میں آباد ہو گئے۔ اب یہ اعوان "قطب شاہی اعوان" کہلاتے ہیں۔

### میر قطب شاہ

بعض اعوان نسب دانوں کی رائے میں میر قطب شاہ کا شجرہ نسب حضرت علیؑ کے صاحزادے حضرت امام محمد بن حنفیہ سے جاملتا ہے۔ ان کے آباء و اجداد ساداتِ فاطمیہ کی حمایت میں حکمرانوں سے لڑتے ہوئے اور سادات کو اپنی حفاظت میں لئے ہوئے افغانستان پلے آئے

تھے اور ہرات میں آباد ہوئے۔ بعد ازاں سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں اس کے لشکر میں شامل ہو گئے۔

جب میر قطب شاہ یہاں وارد ہوئے تو ان کی ایک بیوی ان کی ہم کفوٹھیں اور ان سے اولاد بھی تھیں۔ پھر ان علاقوں کی فتوحات کے بعد یہاں آ کر انہوں نے کچھ اور شادیاں کیں۔ ان میں سے بعض ان شکست خور دہ راجاؤں کی بیٹیاں تھیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور فاتح سردار کے ساتھ رشتہ منا کھت کو اپنے لئے باعث فخر خیال کیا۔ ان سب سے جو اولاد ہوئی وہ راولپنڈی، اٹک، جہلم، ہزارہ، میانوالی، خوشاب اور سرگودھا کے اضلاع میں آباد ہے۔ دراصل میر قطب شاہ کے ساتھ آنے والے ان قبائل اور نو مسلم باشندوں کے درمیان دودھیاں، نہیاں کے لحاظ سے منا کھت اور اولاد کا باہمی سلسلہ شروع ہوا تو بالآخر چونکہ ان کی معروف نسبی پہچان کے لئے میر قطب شاہ، ہی ایک مقدر اور مشہور شخصیت تھے لہذا انہی سے منسوب ہوئے، ورنہ بلا واسطہ ان سے نسبی تعلق رکھنے والے تو شاید چند خاندان، ہی ہوں گے جن کے بارے میں آج کے دور میں تحقیق بھی دشوار ہوگی بہر حال اب یہ لوگ خواہ کہیں بھی ہیں اپنے تیس قطب شاہی اعوان کہتے ہیں۔

ذکورہ شجرہ نسب میں کچھ الجھاؤ بھی نظر آتا ہے جو شاید کسی بعض کے تحت یا مخفی مفاد کے پیش نظر غیر اعوان لوگوں کی تحریروں سے پیدا ہوا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اعوان ان میر قطب شاہ کی اولاد نہیں ہیں بلکہ ایک اور قطب شاہ تھے جن کا اصل نام عَوَن بن یعلیٰ تھا اور جو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے رشتہ داروں میں سے تھے اور بغرض تبلیغ یہاں آئے تھے، ان قطب شاہ کا شجرہ نسب حضرت عباس بن علیؑ سے جاملتا ہے۔ چنانچہ کہا گیا کہ سبھی اعوان حضرت عباس بن علیؑ کی اولاد سے ہیں۔

مگر اس قسم کی باتیں شاید اس لئے لکھی گئی ہیں کہ اعوانوں کی طبائع سے ان کے عسکری مزاج کو مٹایا جائے اور فاتح کی اولاد ہونے پر جوان کے دلوں میں قدرتی طور پر ایک جذبہ افتخار

اور احساسِ برتری موجود ہے، اس کو دور کیا جائے لیکن حقائق کا اگر معروضی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوہستان نمک کے اطراف میں جوراچوت سردار قابض تھے وہ کسی پیر یا شیخ طریقت کی ترغیب و تحریص پر اپنے علاقے چھوڑ کر ہرگز نہ جاسکتے تھے۔ انہیں تو بزر شمشیر ہی بے دخل کیا جا سکتا تھا۔ اس زمانے میں جب پنجاب کے میدانِ صحراء اور جنگل تھے۔ یہاں کی بارانی زمین ان کے مقابلے میں زرگلتی تھی چنانچہ ان خوبصورت علاقوں کو کوئی از خود چھوڑ کر ہرگز نہیں جاسکتا تھا۔ انہیں صاحبِ شمشیر و سنان میر قطب شاہ اور ان کے ہمراہ جنگجو قبائل نے تلوار کی طاقت سے ہی میدانوں میں دھکیل دیا تھا۔ اب ایک اشکال اور باقی ہے کہ بعض اعوانوں کے پاس جو شجرے ہیں وہ عباس بن علیؑ یا حضرت علیؑ کے کسی اور صاحبزادے کی اولاد ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اس کا جواب جو ایک اعوناً مورخ نے پیش کیا صحیح ہے۔ میر خواص خاں ہزاروی نے اپنی تحقیق کے بعد صائب رائے دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں، ”میں تو یہ کہتا ہوں اور بدلاں کہتا ہوں کہ اعوناً حضرت علیؑ کی ان دوسری بیویوں کی اولاد سے مختص ہو گئے ہیں جو سوائے حضرت فاطمۃ الزہرہ کے خواہ حضرت علیؑ کے بیٹے محمد بن حنفیہ کی اولاد سے یا حضرت علیؑ کے دوسرے بیٹوں، عباس علمدارؓ یا عمر الاطرافؓ کی اولاد سے ہوں یا حضرت علیؑ کی جس اولاد سے شجرہ نسب ملا سکتے ہوں یا منسوب کرتے ہوں خواہ وہ ہندو پاک میں یا کسی اور عرب و عجم کے ملکوں میں ہوں۔ شجرہ انساب ان کے پاس ہو یانہ ہو، وہ عربی النسل ہیں ہندوستان میں تو وہ اعوناً اور بعض مقامات پر علوی کہلاتے ہیں، دوسرے ملکوں میں علوی کہتے ہیں یا کچھ اور معلوم نہیں۔“

### شجرہ نسب

جیسا کہ ذکر ہوا، میر قطب شاہ کے شجرہ نسب میں اختلاف ہے اور یہ بھی نظر آتا ہے کہ اعوناً اپنے نسب ناموں کی کڑیاں حضرت علیؑ کے صاحبزادوں سے جاملاً تھے ہیں۔ اس لئے معقول رائے یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ سب نسب نامے درست ہیں۔ اعوناً عربی النسل اور آل علیؑ ہیں اور وہ جو بعض انگریزوں اور ہندوؤں نے اپنے گز بیٹریز اور یادداشتوں میں انہیں ”آوان“

لکھا ہے اور سنسکرت کے لفظ "آوان" کے معنی "محافظ" لکھتے ہوئے انہیں راجپوت ظاہر کیا ہے، وہ محض لغو اور بے بنیاد بات ہے۔

"مناقب سلطانی" کے مصنف جناب سلطان حامد نے کالا باغ کے اعوان رئیسوں کے کتب خانہ میں کسی کتاب انساب سے حاصل کردہ حوالہ کی رو سے حضرت سلطان باہو کے خاندان کا شجرہ نسب نقل کیا ہے مگر عجیب بات یہ ہے کہ کالا باغ خاندان کے ایک رکن ملک شیر محمد نے اپنی کتاب "تاریخ الاعوان" میں اعوانوں کا جو شجرہ نسب دیا ہے، وہ اس سے بالکل مختلف ہے۔

"مناقب سلطانی" کے مصنف نے اعوانوں کے جدا مجدد میر قطب شاہ کا شجرہ نسب یوں نقل کیا ہے: حضرت شیخ قطب شاہ بن حضرت امام شاہ بن حضرت سلطان حسین شاہ بن حضرت فیروز شاہ بن حضرت محمود شاہ بن حضرت شیخ فرطک شاہ بن حضرت تخت نواب شاہ بن حضرت شیخ دراب شاہ بن حضرت ادھم شاہ بن حضرت شیخ عبیق شاہ بن حضرت شیخ سکندر شاہ بن حضرت شیخ احمد شاہ بن حضرت خجرا شاہ بن حضرت امیر زیر بن اسد اللہ الغالب امام امیر المؤمنین حضرت علی المرتضی ....."

ملک شیر محمد تاریخ الاعوان میں لکھتے ہیں، "حضرت میر قطب شاہ بن شاہ عطاء اللہ غازی بن شاہ طاہر بن شاہ طیب غازی بن شاہ محمد غازی بن شاہ عمر غازی بن شاہ ملک آصف بن شاہ بطل غازی بن شاہ عبد المنان غازی بن محمد حنفیہ بن حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ"

"مناقب سلطانی" میں دیئے گئے شجرہ نسب پر حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب کے مترجم نے بھی دیباچے میں اعتراض کیا ہے۔ محک الفقراء (خورد) کے دیباچے میں یہ صاحب لکھتے ہیں، "سجادہ نشین نے جو شجرہ نسبی دیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت سلطان باہو اٹھائیں واسطوں سے حضرت علیؑ کے فرزند امیر زیر کی اولاد تھے۔ مگر حضرت علیؑ کا اس نام کا کوئی بیٹا کسی نسب کی مشہور کتاب (معارف ابن قتیبہ، تاریخ طبری وغیرہ) میں نہیں دیا اور نہ شاہ مرتضیؑ کے کسی پوتے کا نام جبرا شاہ منتقل ہے۔"

بعض نے اس مشکل کو یوں حل کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کے علم کے مطابق حضرت محمد حنفیہ کی کنیت ابو زیر تھی اس لئے صرف زیر بھی لکھ دیا گیا تو اس سے مراد وہی ہیں مگر پھر بھی یہ مشکل توباتی رہتی ہے کہ مذکورہ دو شجروں میں سے کس کو صحیح تسلیم کیا جائے۔

اگر کوئی قطعی دلیل سامنے نہ آئے تو ہمیں کتاب ”تاریخ الاعوان“ کا شجرہ نسب ہی صحیح تسلیم کر لینا چاہئے کیونکہ جس خاندان کے کتب خانے کے حوالے سے یہ شجرہ نسب نقل ہوا ہے سلطان حامد صاحب ”بھی اسی کے حوالے سے روایت کر رہے ہیں اب اس موقع پر اس شک کی گنجائش بہر حال موجود ہے کہ سلطان حامد صاحب کو کسی نے غلط نسب نامہ لکھ کر دیا ہو یا اعوانوں کے بہت سے نسب ناموں میں سے بلا تحقیق کوئی نسب نامہ نقل کر کے ان تک پہنچا دیا گیا ہو۔ واللہ اعلیٰ بالصواب۔

ظاہر ہے کہ اعوانوں کے نسب نامے میں کچھ الجھاؤ موجود ہیں اور اعوان مورخین کی توجہ اور محنت سے بعد از تحقیق انہیں سمجھایا جا سکتا ہے فی الحال جو حقائق مسلمہ اور مصدقہ ہیں، وہ یہ ہیں:

- ۱۔ اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیر فاطمہ اولاد ہونے کی وجہ سے آل علیؑ کی ایک شاخ ہیں۔
- ۲۔ جہاں کہیں وہ آباد ہیں، اپنا شجرہ نسب حضرت میر قطب شاہ سے ملاتے ہیں۔
- ۳۔ حضرت میر قطب شاہ نے پوٹھوہار اور کوہستان نمک کے راجاؤں کو زیر کر کے راجپوتوں سے رشتہ منا کھت کیا اور ان کی اولاد ان علاقوں کی حکمران بن کر رہی۔
- ۴۔ جب باہمی ازدواجی رشتہوں کا سلسلہ پھیلا تو سب قبائل اپنے تین میر قطب شاہ سے منسوب ہونے لگے اور قطب شاہی اعوان کہلائے۔

### میر قطب شاہ کا سفر آخرت

حضرت میر قطب شاہ اپنی فتوحات کے ذور ان میں موجودہ واڈی سون سکیسر (ضلع

خوشاب) کی بستی انگہ میں قیام پذیر ہے۔ معروف روایت یہ ہے کہ وادیٰ سون سکیسر کے اعوان ان کے بڑے صاحبزادے حضرت عبد اللہ گولڑہ کی اولاد سے ہیں۔ حضرت میر قطب شاہ نے راجپتوں کو زیر کرنے کے بعد ان علاقوں کا انتظام اپنے بیٹوں کے سپرد کیا اور غزنی کی طرف مراجعت فرمائی۔ ان کا سن وفات ماہ رمضان ۲۳۱ھ بیان کیا جاتا ہے نیز کہا جاتا ہے کہ میر قطب شاہ بغداد میں مدفون ہوئے اور وہیں ان کا مزار ہے۔

### میر قطب شاہ سے حضرت سلطان باہو تک

میر قطب شاہ سے حضرت سلطان باہو تک صاحب مناقب سلطانی نے نسب کی ترتیب یوں لکھی ہے: حضرت شیخ قطب شاہ، شیخ امیر شاہ، شیخ انور شاہ، شیخ محمد ہرگن، شیخ محمد بہادری، شیخ محمد سلا، شیخ محمد انون، شیخ محمد سکھرا، شیخ محمد پیدا، شیخ موغلا، شیخ محمد منان، شیخ محمد تمیم، شیخ اللہ دلتہ، شیخ سلطان فتح محمد، شیخ سلطان بازید محمد، حضرت شیخ سلطان باہو قدس اللہ سرہ۔“

### انگہ (وادیٰ سون سکیسر)

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد انگہ کی بستی میں قیام پذیر ہے یہاں تک کہ ان کے والد مستقل طور پر نقل مکانی کرتے ہوئے شور کوٹ میں جا آباد ہوئے۔

انگہ وادیٰ سون سکیسر کی بہت پرانی بستی ہے جس قدر لوگ شروع میں آئے وہ یہاں آ کر مستقل یا کچھ مدت کے لئے ضرور ٹھہرے۔ حضرت میر قطب شاہ کے بعد جس مشہور رودھانی شخصیت نے یہاں آ کر قیام کیا۔ وہ سادات ہمدان کے بزرگ حضرت سید احمد کبیر المعروف بہ حضرت شاہ بلاول ہمدانی ہیں جن کا مزار اب دندہ شریف (صلع میانوالی) میں ہے۔ چونکہ وہ انگہ میں بھی کچھ مدت تک قیام پذیر ہے لہذا انگہ کو انگہ شاہ بلاول بھی کہا جاتا ہے۔

انگہ کسی زمانہ میں تعلیم و تدریس کا مرکز رہا ہے اس صدی کے اوائل تک دور دور سے طلباء علم کے حصول کی تلاش میں یہاں آتے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے کچھ عرصہ تک یہاں کے ایک عالم دین کے مدرسہ میں تعلیم پائی۔ یہاں کے ہمدانی سادات اور اعوانوں میں سے

قاضیوں اور قبیلے کی دوسری شاخوں میں کئی علماء اور اولیاء ہوئے ہیں جن کی کرامات آج تک مشہور ہیں۔ علاوہ ازاں اس دور میں بھی انگہ ایسی شخصیات کے حوالہ سے معروف ہے جنہوں نے قومی و بین الاقوامی سطح پر شہرت پائی ہے، مولانا غلام مرشد صاحب جو سالہاں سال تک شاہی مسجد لاہور میں خطیب رہے، انگہ کے رہنے والے تھے اور ان کا مزار بھی اب بھی انگہ کے ایک قدیم قبرستان میں (جو حافظ رحمت اللہ کا قبرستان کہلاتا ہے) موجود ہے۔ مشہور شاعر، ادیب اور دانشور احمد ندیم قاسمی اور نامور صحافی اور ادیب ظہیر بابر دونوں انگہ کے رہنے والے ہیں۔ ان کے خاندان میں بھی مشینخت کی روایت رہی ہے جس کا دائرہ اثر پنجاب سے لے کر منی پور (بنگلہ دیش) تک رہا ہے۔

حضرت سلطان باہور حمتہ اللہ علیہ کے اجداد اسی جگہ کی زمینوں میں دوسرے ہم قبیلہ افراد کی طرح کاشت کاری کیا کرتے تھے یا عسکری مہماں پر باہر چلے جایا کرتے تھے جیسے حضرت سلطان باہو کے والد ماجد حضرت سلطان محمد بازیڈ اپنے زہد پر ہیز گاری کے باوصف تقریباً ساری عمر سپاہی پیشہ رہے۔ اب بھی یہاں اعوان قبائل کے گرد و نواحی میں پیشے ہی ہیں۔

### مزارات و دیگر آثار

حضرت سلطان باہور حمتہ اللہ علیہ کے آباء و اجداد کے مزارات اور متعلقہ مقامات کے آثار اب تک انگہ اور اس کے گرد و نواحی میں موجود ہیں۔

انگہ کی موجودہ بستی سے مغرب کی طرف ایک چھوٹی سی نگ خوب صورت وادی تقریباً ڈیڑھ دو کلو میٹر تک لمبی چلی گئی ہے اس وادی میں چھوٹے چھوٹے کھیت ہیں۔ جہاں بارش ہو جائے تو خوب فصل ہوتی ہے اس کے سرے پر ایک چھوٹی سی پہاڑی کے دامن میں ایک بہت بڑی چونے کے پتھر (Lime Stone) کی ٹھوس چٹان موجود ہے جو پھیلاو اور جنم میں نوسو مکعب فٹ اور دس بارہ فٹ اونچی ہوگی۔ اس کے گرد ایک اونچا سا چبوترہ بھی بننا ہوا ہے اس کے بارے میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ یہاں حضرت سلطان باہو کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا بیٹھا کرتی تھیں اور ذکر کیا کرتی تھیں۔

اس چٹان کے سامنے جو کھیت ہیں ان کے بارے میں یہاں کے لوگ بتاتے ہیں کہ اب یہ ایک شاخ قبیلہ (اعوان) کی ملکیت ہیں جو پھتوال کہلاتی ہے۔ شجرہ میں پھتوالوں سے اوپر جائیں تو اور بھی کئی شاخیں ان سے الگ ہوتی رہی ہیں مگر موجودہ پھتوال خاندان میں یہ روایت چلی آرہی ہے کہ حضرت سلطان باہو کا شجرہ نسب اسی خاندان سے اوپر جا کر ملتا ہے اور ان زمینوں کی ملکیت میں ان کے اجداد حصہ دار ہے اگر ایسا ہی ہے تو اس سے اس روایت کو تقویت ملتی ہے کہ سادگی کے اس دور میں اپنے گھر کے ساتھ حضرت بی بی راستی یہاں پہاڑی کے دامن میں عام طور پر ذکر و فکر کے لئے اس چٹان کے پاس درختوں کے نیچے بیٹھتی ہوں گی خصوصاً جب کہ وضو وغیرہ کے لئے چشمہ بھی موجود تھا جو بعد میں کسی وجہ سے سوکھ گیا۔ چونکہ حضرت بی بی صاحبہ کے تقویٰ و طہارت اور عفت و عصمت کا شروع سے شہرہ تھا اور گووہ یہاں سے بیاہ کر شور کوٹ چلی گئی تھیں مگر بعد میں یہ جگہ یادگار کے طور پر محفوظ کر لی گئی۔

اس وقت اس چٹان کے اوپر جنگلی زیتون اور پھلاہ کے بڑے بڑے درخت سایہ کئے ہوئے ہیں چند سال پہلے ایک بڑا انحصار کا درخت بھی تھا جو پرانا ہو کر رہ گیا۔ یہاں پھر گمان ہوتا ہے کہ حضرت بی بی راستی ان سایہ دار درختوں کے سامنے میں چٹان کے پاس بیٹھتی ہوں گی تو ان کا گھر بھی قریب ہی ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ اسی چٹان کے مقابل میں پہاڑی پران کے کنہ کی ڈھوک (ڈیرہ) رہی ہو رہی دوسرا امکان یہ ہے کہ اسی جگہ سے ایک فرلانگ آگے مغرب کی طرف ایک پہاڑی پر پرانی بستی کے کھنڈرات موجود ہیں یہ انگلہ کی بستی تھی اور اغلب یہ ہے کہ مرکزی دہ بھی یہی ہو گا۔ اس کی تصدیق، جزوی طور پر ہی، یوں بھی ہوتی ہے کہ اس پرانی بستی کے بالکل سامنے قریب ہی وادی میں اونچے سے ایک گول ٹیلے پر اس کے اطراف دامن میں قدیم قبرستان موجود ہے جو اس دہ کا قبرستان رہا ہے۔ اب یہ موجودہ بستی سے تقریباً دو کلومیٹر دور پڑتا ہے۔

اس دہ سے شمال کی سمت کچھ فاصلے پر ایک چشمہ بھی موجود ہے یہی چشمہ اس آبادی کے لئے پانی مہیا کرتا تھا۔

### مزارات

قدیم آبادی کے آثار کے لحاظ سے جو پرانا قبرستان ہے، آج کل اسے حافظ رحمت اللہ کا قبرستان کہا جاتا ہے۔ حافظ رحمت اللہ انگہ کی پہاڑیوں سے چند کوس دور پرے شمال کی جانب ایک گاؤں کے رہنے والے نیم مجزوب درویش تھے جنہوں نے غالباً پچھلی صدی کے کسی دور میں اس قبرستان کے جنوب میں ایک جگہ چله کاٹا اور پھر کچھ بکریاں پال کر یہیں رہنے لگے۔ مشہور ہے کہ حافظ رحمت اللہ سے پہلے ایک سو چالیس اولیاء یہاں دفن تھے۔ جب حافظ رحمت اللہ ان کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے عاجزی و انکساری کے ساتھ ان کے پاؤں کی جانب رہنے لگے تو ان واصل باللہ اولیاء اللہ کی دعا کے طفیل یہ قبرستان حافظ رحمت اللہ کے نام سے ہی منسوب ہوا۔

یہ خاصاً بڑا قبرستان ہے جس کے اندر اکثر قبریں اب بھی اچھی حالت میں ہیں۔ بڑے قبرستان میں داخل ہوں تو حضرت سلطان العارفینؒ کے دادا حضرت سلطان فتح محمدؒ کا مزار ہے جسے چند سال پہلے کسی معتقد نے پختہ کر کے اس کے گرد ایک چھوٹا سا چبوترہ بنادیا ہے۔ روح پر نام بھی لکھ دیا ہے۔ کسی زمانہ میں اس کے اوپر کہوں (جنگلی زیتون) اور پھلاہ کے دو بڑے درخت تھے۔ اب کہوں کا درخت تو گر گیا ہے مگر پھلاہ باقی ہے۔ اس مزار پر لکھیے کے مریض آتے ہیں اور حاضری کے بعد شفا یا بہو کر جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے تک عوام میں جن کو صاحبِ مزار کے نام کا علم نہ ہوتا تھا ارواح کو ثواب بخشتے ہوئے یہ کہنے کا روایج رہا ہے کہ ”اس بزرگ کی ارواح جس کی قبر پر کہو اور پھلاہ“، (اس بزرگ کی روح کو ثواب پہنچ جس کی قبر پر کہو اور پھلاہ کے درخت ہیں)

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان و ددھیاں نہیاں دونوں طرف سے فقر و درویشی کا وارث رہا ہے اور ان کے آثار و مزارات کی برکت کالوگوں میں شروع سے چرچا رہا ہے۔

گو حضرت سلطان العارفینؒ کا خاندان یہاں کی زمینیں اور جائیدادیں چھوڑ کر شور کوٹ

ہی میں مقیم ہو گیا مگر ان کے خاندان کے لوگ اپنے اسلاف کی جائے سکونت اور ان کے مزارات کی زیارت کے لئے ہمیشہ آتے رہے۔ خود مصنف ”مناقب سلطانی“، حضرت سلطان حامدؒ کی بار تشریف لائے (ص ۵۲۳) اس وقت حضرت امیر سلطان رحمۃ اللہ علیہ کا بنگلہ وادیٰ سون سکیسر کے گاؤں اوچھالی میں موجود ہے جہاں ان کے والد بزرگوارؒ اور پھر ان کے صاحبزادگانؒ گرمیوں میں آ کر قیام پذیر ہوتے تھے (اوچھالی کا گاؤں جھیل کے کنارے آباد ہے۔ پرفضا اور خوب صورت جگہ ہے)

پرانے معتقدین بتاتے ہیں کہ موجودہ دور کی (رسل درسائل) کی سہولتوں سے پہلے اس صدی کے اوائل تک اس وادی سے شور کوٹ تک پیدل یا گھوڑے پر سفر تقریباً پانچ دنوں میں طے ہوتا تھا، خوشاب کے پتن سے دریائے جہلم میں اگر کشتی کے ذریعہ شور کوٹ تک سفر کیا جاتا تو ایک دو دن کی بچت ہو جاتی تھی۔ فاصلہ یہاں سے کوئی ایک سو کوس شمار کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت سلطان العارفینؒ اور ان کی جدا ولاد نے بھی اسی طرح اتنے ہی دنوں میں یہ سفر طے کئے ہوں گے۔

ہمیں یہ معلوم نہیں کہ حضرت سلطان فتح محمدؒ کے، جن کا مزار اب انگہ میں ہے، کتنے بیٹے تھے مگر ان کے صاحبزادے حضرت سلطان بازید محمدؒ ہی تھے جنہوں نے یہاں سے نقل مکانی کی ہے اس کی تفصیل صاحب مناقب سلطانی نے لکھی ہے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے والدین

حضرت سلطان باہوؒ کے دادا: حضرت سلطان فتح محمدؒ

(مزار واقع انگہ۔ وادی سون سکیسر)

والد: حضرت سلطان بازید محمدؒ

والدہ: حضرت بی بی راستیؒ

اجداد کی جائے سکونت: انگہ (وادی سون سکیسر، ضلع خوشاب) حضرت سلطان بازید

محمدؐ اگرچہ حافظ قرآن اور پرہیزگار اور نیکوکار انسان تھے مگر کسی خانقاہ یا مدرسہ میں مقیم نہ ہوئے بلکہ سپاہی پیشہ مددوں کا طریقہ اختیار کر کے دہلی پہنچے اور شاہ جہان کے لشکر میں ملازم ہو کر منصب دار ہوئے۔ اس بات کا ذکر نہیں ملتا کہ آپ نے جوانی میں کوئی شادی کی یا نہیں، البتہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ چونکہ آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اس لئے آپ نے ادھیر عمر میں ”نیانکاح“ کیا (مناقب سلطانی کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے بھی آپ نے نکاح کئے تھے مگر اولاد نہ ہوئی) بہر صورت جوانی تو سلطانی لشکر کے ساتھ مہماں میں بسر ہو چکی تھی اور اولاد نہیں تھی۔

اب ڈھلتی عمر میں ایک بار آپ واپس اپنے علاقے میں آئے تو اپنی ایک رشتہ دار ہم کفوخاتوں بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا سے نکاح فرمایا۔

حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا اپنی پاکیزگی اور پارسائی میں اپنے خاندان میں معروف تھیں۔ اکثر ذکر میں مشغول رہتی تھیں نیز صاحب کشف تھیں یہ بات عام لوگوں کو بھی معلوم تھی اور گرنہ آپ کے اپنے شوہر کے پاس شور کوٹ چلے جانے کے بعد اس چڑاں کو یادگار کے طور پر محفوظ رکھنے کا خیال کسی کو نہ آتا۔ حضرت سلطان باہو نے اپنی والدہ پر طازی ہونے والی ذکر کی کیفیات کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔

حضرت بی بی راستی ”کو الہاما یا کشفا علم ہو چکا تھا کہ ان کے ایک فرزند ہو گا جو قرب الہی میں بڑا مرتبہ پائے گا اور اس کی ابتدائی تربیت آپ کی آغوش میں ہی ہوگی۔

حضرت سلطان بازید محمدؐ جب اپنی بیوی کے ساتھ رہنے لگے تو ان کی پارسائی اور عبادت گزاری سے بہت متاثر ہوئے۔ اب وہ خود عمر کے اس مرحلے پر تھے جہاں آدمی اپنے اندر تجزیے میں مصروف ہوتا ہے کہ کیا کھویا اور کیا پایا۔ انہوں نے جب اپنے سابقہ اعمال کا اپنی بیوی کے ذکر و فکر اور ذوق و شوق سے موازنہ کیا تو وہ کہیں مکتنظر آئے چنانچہ انہوں نے دل ہی دل میں طے کر لیا کہ آئندہ اسباب دنیاداری سے الگ رہ کروہ بھی صرف یا خدا میں زندگی بسر کریں گے۔ پھر یہ ہوا کہ کسی کو بتائے بغیر آپ ایک دن گھوڑے پر سوار ہوئے اور گھر سے نکل گئے،

چلتے چلتے ملتان جا پہنچے۔ اس وقت تک شاہجهانی لشکر میں آپ کی غیر حاضری کی شکایت ہو چکی تھی۔ چنانچہ دو طرف سے تلاش شروع ہوئی۔ ایک تو سرکاری طور پر ملک کے ہر صوبیدار کے پاس آپ کا نام اور حلیہ بیان کر کے حکم جاری ہوا کہ ایسا شخص ملے تو اسے دہلی میں شاہی لشکر میں پہنچا دیا جائے اور دوسرے آپ کے علاقے سے کچھ رشتہ دار یا خُدام روادہ ہوئے کہ کہیں سے آپ کا اتنا پتا ملے تو واپس لائیں۔

ملتان میں بھی شاہی حکم نامہ پہنچ چکا تھا اس لئے آپ پہچانے گئے اور آپ کو ناظم ملتان کے سامنے پیش کیا گیا۔ ناظم آپ کی باتوں سے متاثر ہوا۔ اس نے نہ صرف یہ کہ آپ کو لشکر شاہجهانی نہیں بھیجا بلکہ اپنے ہاں رہنے اور عبادت میں مشغول رہنے کی اجازت دی اور دور و پے روز نیہ بطور وظیفہ مقرر کئے۔

چند ہی ماہ گزرے تھے کہ ناظم ملتان اور راجہ بیکا یز کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ حضرت سلطان بازید محمد نے اس وقت مناسب سمجھا کہ ناظم کی مدد کی جائے۔ آپ ناظم سے ملے اور فوج سے الگ ہو کر تہاڑنے اور مقابلہ کرنے کی اجازت چاہی۔ ناظم چونکہ آپ کی شخصیت سے متاثر تھا، اس نے اپنے خدام سے کہا کہ جیسے یہ کہیں دیا ہی کرو۔ آپ نے ناظم کے ہاں دشمن راجہ کی تصویر حاصل کی اور ایک راستہ جاننے والے کو ساتھ لے لیا۔ سید ہے اس راجہ کی راجدھانی میں جا پہنچے۔

شہر سے باہر آپ نے اپنے ہمراہی کو رخصت کیا اور بلا جھگ راجہ کے دربار میں جا پہنچے۔ اکیلے آدمی سے کوئی کیا خائف ہوتا۔ راجہ اور اس کے درباری سمجھے کہ کوئی پیغام بریا سفیر ہے جو بے دھڑک آرہا ہے۔ کسی نے آپ کو نہ روکا۔ آپ نے قریب پہنچ کر بھلی کی سی سرعت سے تلوار نیام سے نکال کر سوت لی اور وار کر کے راجہ کا سر تن سے جدا کر دیا۔ یہ سب کچھ اس قدر ناگہانی اور غیر متوقع طور پر ہوا کہ دیکھنے والے چند لمحوں کے لئے ششد رہ گئے مگر ان چند لمحوں میں اسی تیزی کے ساتھ آپ نے راجہ کا سر اٹھایا اور دوڑ کر دربار سے باہر نکلے اور اپنی خاص گھوڑی پر سوار ہو کر ہوا

ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ گودروازے بند کرنے لئے گئے تھے مگر گھوڑی قلعہ کی ایک دیوار پر سے کو گئی اور اس قدر برق رفتاری کا مظاہرہ کیا کہ تعاقب کرنے والے گرد راہ کی طرح پچھے رہ گئے۔

ابھی ناظمِ ملتان کا لشکر غنیم کے ساتھ تیار یوں میں ہی مشغول تھا کہ آپ نے ناظمِ ملتان کی خدمت میں دشمن کا سر پیش کر دیا۔ سب ہکا بکارہ گئے۔

مناقبِ سلطانی کے مصنف نے ملتان کے گرد و نواح میں لطف آباد کے قریب ”رانوال کلاں“ کے جس گاؤں کی جا گیر کا ذکر کیا ہے، عین ممکن ہے کہ ناظمِ ملتان نے ہی سرکار دہلی کی منظوری سے یہ گاؤں آپ کو بطور انعام دیا ہو۔

آپ کی بہادری کا جب ادھر ادھر چرچا پھیلا تو وادیِ سون سے فرستادہ خدام بھی ملتان پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے جب تحقیق کے بعد معلوم کر لیا کہ حضرت سلطان بازید محمدؒ کا ہی کارنامہ ہے اور وہ ملتان میں ہیں تو انہوں نے آپ کے گھروالوں کو یہ اطلاع پہنچا دی جس پر آپ کی زوجہ حضرت بی بی راستیؒ کے دو بھائی ملتان آئے اور آپ سے واپس آنے کی درخواست کی۔

حضرت سلطان بازید محمدؒ نے کہا کہ ایک بار گھر جاؤ اور اپنی بہن سے پوچھ کر آؤ کہ آیا وہ بھی چاہتی ہیں کہ میں واپس چلا آؤں، اگر انہوں نے ایسا خیال ظاہر کیا تو میں چلا آؤں گا۔

جب بھائیوں نے حضرت بی بی راستیؒ کو یہ سب کچھ بتایا تو اس وقت انہوں نے اپنا کشف ظاہر فرمایا اور بتایا کہ ان کے پیٹ میں جو فرزند ہے وہ بہت بڑا ولی اللہ ہو گا اور اس دنیا میں اس کا ظہور چنان دلیس میں مقدر ہے اور ہمارے لئے بھی یہی طے ہے کہ ہمیں وہیں رہنا ہو گا۔ اس پر بھائیوں نے حضرت بی بی راستیؒ کو ملتان پہنچا دیا۔

ادھر شاہ جہانی لشکر میں روپورٹ پہنچ چکی تھی کہ سلطان بازید محمدؒ ناظمِ ملتان کے پاس حاضر ہیں چنانچہ ناظم کے نام حکم نامہ جاری ہوا کہ سلطان بازید محمدؒ کو شاہی لشکر میں بھیج دیا جائے۔ سلطان بازید محمدؒ نے اس حکم کے جواب میں ناظمِ ملتان کے توسط سے درخواست ارسال کی کہ اب وہ باقی ماندہ عمر یادِ خدا میں مشغول رہنا چاہتے ہیں، انہیں اس کی اجازت دی جائے۔ ان کی سابقہ

خدمات کے پیش نظر یہ درخواست نہ صرف منظور ہوئی بلکہ شورکوت کی جا گیر بھی انہیں عطا ہوئی جہاں وہ اپنے وصال تک اہل دعیال کے ساتھ قیام پذیر ہے۔

### جا گیر: شورکوت

صاحب ”مناقب سلطانی“ نے شورکوت کی ”سیع جا گیر“ کا حدوددار بعد اور اس کا رقبہ بھی بیان کیا ہے۔ اس زمین میں پچاس ہزار بیگھڑ زمین شامل تھی۔ اس جا گیر کی ایک حد قلعہ کے دروازے سے متصل تھی اور اس سے متعلق چند کنوئیں مصنف کے زمانہ تک سجادہ نشینوں کے قبضے میں تھے۔

ہم اس دور کے حالات کے پیش نظر اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس جا گیر کا بیشتر حصہ دریا کے کنارے ”جنگل بیلا“ کی صورت میں ہو گا۔ زرعی زمین میں کنوں کے ذریعے آب پاشی اور کاشت ہوتی ہو گی یا بارانی زمین میں بارش پر انحصار ہو گا۔ یہ سب زمین مزارعین کے زیر انتظام رہی ہو گی۔

انتظام کی کیا صورت ہو گی؟..... ظاہر ہے کہ حضرت سلطان باہو کے بچپن میں، ہی حضرت سلطان بازیدؒ کا تو انتقال ہو گیا تھا۔ نئی نئی ملی ہوئی جا گیر کو سلطان بازیدؒ نے کچھ سن بھالا ہو گا اور ان کے انتقال کے بعد ان کی زوجہ محترمہ حضرت بی بی راستیؒ کارندوں کے ذریعے کچھ بندوبست کرتی رہی ہوں گی لیکنمناقب سلطانی کے مطالعہ پر بعض قرائیں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ

۱۔ مولوی محمد دین گجراتی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں: (حضرت بازیدؒ نے) شورکوت، جو پر گناہ ملتان سے جائے اسلام جمعہ و جماعت و عیدین کے قیام کا مقام تھا، منظور فرمایا اور چند چاہات آپ کی وجہ معاش کے واسطے بنظر اعتقاد والیان دلیل نے نذر کئے۔ جواب تک بوہڑوں اور نیوال چاہ اغوان والا موجود ہے اور بیر کا درخت جس کا نجح مکہ معظمه سے لا کر نصب کیا تھا اور اس کے بیر بقدرت خدا خوب مولیٰ اور میٹھے رس دار لذیذ تھے، جو عرصہ پانچ سال سے منہدم ہو گئی ہے اور بنام بیر بازیڈ والی معروف تھی اور ہر خاص و عام سا کنان شورکوت اس کے بیر کھاتے تھے اور خداوند کریم کا نام زبان پر لاتے تھے کہ واہ واہ عجب پھل ہے،..... اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۲۷ء تک یہ آثار موجود تھے جب مولوی صاحب موصوف نے یہ رسالہ تالیف فرمایا۔

بھی انگلیاً شوہر کی وفات کے بعد یہاں سے ملتان کے قریب واقع اس گاؤں میں چلی گئی تھیں جو حضرت سلطان بازید محمدؒ کو شاید ناظم ملتان کی طرف سے ملا تھا۔ سلطان حامدؒ صاحب کی روایت کے مطابق حضرت سلطان العارفینؒ کے متعلقین کا گزارہ بھی اسی رقبہ سے حاصل شدہ آمد نی پر تھا۔ حضرت بی بی راستیؒ کے جانے کے بعد شور کوٹ کی جا گیر کا بہت سار قبہ ملکیت کے لحاظ سے تو نہیں عملی طور پر مزار عین کے قبضہ میں چلا گیا ہو گا۔

حضرت سلطان العارفینؒ جب بلوغت کی عمر کو پہنچ تو گوجیسا کہ آپ بار بار لکھتے ہیں، آپ کی سکونت شور کوٹ میں رہی مگر جا گیر کا وہی حال رہا ہو گا کیونکہ آپ کی زندگی کارنگ ڈھنگ ہی جدا تھا۔ وہاں تو ان معاملات سے کچھ سروکار نہ تھا۔ کام بھی اور تھا اور منزل بھی دوسروں سے مختلف تھی۔ کبھی کبھی آپ خود بھیتی باڑی کرنے لگتے تھے مگر جب جذبہ طاری ہوتا تھا تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ”ادھر ادھر کی سیر کو نکل جاتے“ تھے۔

گو صاحب ”مناقب سلطانی“ نے لکھا ہے کہ ”اب تک وہ جا گیر آنحضرت کے مزار کے سجادہ نشینوں کے قبضہ میں ہے“۔ مگر انہی کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زیادہ تر حصہ پر مزار عین قابل تھے۔ البتہ کچھ حصہ یقیناً اس وقت تک سلطان العارفینؒ کی زیر ملکیت ضرور موجود رہا ہو گا۔ آپ کے والد حضرت سلطان بازید محمدؒ نے شور کوٹ میں وفات پائی اور یہیں ان کا مزار موجود ہے جہاں عقیدت مند حاضری ضروری سمجھتے ہیں۔

موجودہ روضہ میں دوسری قبر آپ کی والدہ حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا کی ہے۔ شور کوٹ میں اس روضہ کے سجادہ نشیں اور متولی حضرت حاجی سلطان عبدالحمید صاحب ہیں۔

صاحب ”مناقب سلطانی“ کی روایات کے مطابق حضرت سلطان باہوؒ کے والد محترم کا تو بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا مگر والدہ ماجدہ تادریز زندہ رہیں حتیٰ کہ چالیس سال کی عمر میں حضرت سلطان العارفینؒ کو ایک پیش آمدہ واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت کی والدہ ابھی تک زندہ تھیں۔

### ولادت حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو شور کوٹ میں ۱۶۷ء میں پیدا ہوئے۔

صاحب ”مناقب سلطانی“ کے بیان کے مطابق حضرت بی بی راستی صاحبہ جب انگہ (وادیِ سون سکیسر) سے شور کوٹ پہنچیں، تو حمل سے تھیں اور انہیں الہاماً و کشفاً معلوم ہو چکا تھا کہ یہ بچہ ولیٰ کبیر ہو گا اور اس کی ولادت چنان دلیس میں ہوگی۔

صاحب ”مناقب سلطانی“ نے جس طرح واقعات کو ترتیب سے لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلطان بازید محمد شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد ایک جذبہ کے تحت اپنے دلیس سے روانہ ہو کر ملتان پہنچ گئے تھے۔ بعد میں حضرت بی بی راستی ”آپ کے پاس چلی آئی تھیں اور یہاں حضرت سلطان العارفینؒ کی ولادت ہوئی۔

ایک روایت یہ بھی ہے، جو ایک بزرگ نے اپنی غیر مطبوعہ یادداشتیوں میں لکھی ہے کہ حضرت سلطان باہوؒ سے پہلے بی بی صاحبہ کے بطن سے تین بچے متولد ہوئے۔ ان کی ولادت پر حضرت بی بی راستیؒ ان کو توجہ دیتیں تو وہ برداشت نہ کر پاتے اور ان کا انتقال ہو جاتا تھا۔ حضرت بی بی صاحبہ جان لیتی تھیں کہ یہ وہ موعود بچہ نہیں تھا جس کی انہیں الہامی طور پر خبر دی گئی تھی۔ چوتھی مرتبہ حضرت سلطان باہوؒ پیدا ہوئے تو انہوں نے توجہ قبول کر لی۔ اس پر ان کی والدہ جان گئیں کہ یہ وہی بچہ ہے۔ اس روایت کی تصدیق یا تردید کی کوئی صورت ممکن نہیں۔

۱۔ یہ روایت خانوادہ سلطان العارفین کے ایک پیر طریقت حضرت سلطان محمد عبد العزیز المتوفی ۱۹۸۱ء نے اپنی یادداشتیوں میں تحریر فرمائی ہے۔ مولوی محمد دین گجرائیؒ نے بھی اپنے رسالہ میں اسے نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ”اور روایت ہے کہ جنابہ مائی صاحبہؒ کو پہلی دفعہ ایک لڑکا متولد ہوا اور اس پر نگاہ فرمائی، وہ برداشت نہ کر سکا اور فوت ہو گیا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ آپ کو محض اولاد زینہ کی خاطر حضرت بازید محمدؒ نے نکاح کیا ہے اور آپ کو کچھ التفات نہیں، خاموش رہیں۔ اسی طرح دو فرزند دو بار پھر متولد ہوئے اور ایک ہی نگاہ سے جاں بحق ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کو اولاد زینہ کی ضرورت نہیں ہے؟ فرمایا کہ ایسی نا بکار اولاد بکار نہیں ہے۔ پھر چوتھی دفعہ حضرت سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ ان پر جو مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے نظر فرمائی، انہوں نے نظر کو برداشت کیا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا کہ یہ میرا فرزند مادر زادوی ہے اور نام نامی ان کا مائی راستی رحمۃ اللہ علیہا تھا۔“ (ص ۲)

## ولادت اور اسم گرامی

آپ کی والدہ کو چونکہ علم تھا کہ روحانیت میں ان کے فرزند کا پایہ بلند ہو گا اور وہ مقرب بارگاہِ الہی ہوں گے۔ اس لئے آپ کا نام باہور کھا خود فرماتے ہیں:

|     |       |               |                         |
|-----|-------|---------------|-------------------------|
| نام | باقھو | مادر باہونہاد | زانکہ باہودائی باہونہاد |
|-----|-------|---------------|-------------------------|

(محک الفقراء کلام ص ۹۲)

(باہوؒ کی ماں نے نام باہور کھا کیونکہ باہو ہمیشہ ہو کے ساتھ رہا)

یہ معلوم نہیں کہ ”سلطان“ آپ کے نام کا حصہ تھا یا بعد میں مقام روحانیت پر فائز و متمنکن ہونے پر آپ کا لقب ٹھہر لا

فقیر نور محمد علیہ الرحمۃ نے آپ کے اسم گرامی میں حکمت کے بارے میں لکھا ہے۔ ”آنحضرت قدس سرہ العزیز اسم باہوؒ کے عین مظہر ہیں اور اپنی کتابوں میں ہر جگہ اپنے آپ کو فقیر باہو فنا فی عین ذات یا ہو ذکر فرماتے ہیں اور جا بجا اپنی فنا اور بقا اسی اسم ہو میں بیان فرماتے ہیں..... چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ”اگر بائے بشریت حائل نبودے باہو عین یا ہواست“، یعنی اگر بشریت کی باء در میان میں حائل نہ ہوتی تو باہوؒ یعنی یا ہو تھا اور نیز فرماتے ہیں: باہوؒ با یک نقطہ یا ہومی شود ورد باہو روز و شب یا ہو بود یعنی باہوؒ ایک نقطہ سے یا ہو بن جاتا ہے اور باہوؒ کا وردن رات یا ہو رہتا ہے اور ایک مصروع میں فرماتے ہیں:

تو نمی دانی کہ باہوؒ با خدا است

یعنی اے طالب کیا تو نہیں جانتا کہ باہوؒ کے معنی ہے با خدا، یعنی خدا کے ساتھ واصل

۔ اقبالؒ نے اس مقام کی ایک خصوصیت قاہری (غلبہ) یا تغیر و تصرف کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس طرف یوں اشارہ کیا ہے۔

خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی  
یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی

اور موصل اور اس بیت میں عجیب رمز ادا فرماتے ہیں:

ہرچہ خواہی طالب از باہو بیاب      اسم باہو چیست یعنی کج وہاب  
 اے طالب، تو جو کچھ بھی چاہے باہو سے طلب کر کیونکہ اسم باہو والا اور معکوس  
 ”وہاب“ ہے۔ یعنی اسم باہو کو اگر اللہ دیا جائے تو اسم وہاب بن جاتا ہے..... آپ کے اسم  
 باہو کے عدد بحساب ابجد چودہ (۱۲) ہوتے ہیں۔ اسی عدد کے حساب سے چاند مکمل ہو کر بدر بن  
 جاتا ہے اور انسان کا بچہ بلوغت اور شباب کو پہنچتا ہے اور یہ عدد کائنات کے سات انواع کا دگنا ہے  
 اور اگر اسی چودہ (۱۲) کو دگنا کیا جائے تو چاند کے اٹھائیں (۲۸) اور حروف تہجی کے اٹھائیں  
 (۲۸) حروف بن جاتے ہیں کیونکہ چاند کی تاریخوں میں دونوں چاند غائب رہتا ہے اور وہ  
 محسوب نہیں ہوتے اور حروف تہجی کے تیس حروف ہیں۔ ہمزہ اور الف اور ینزل اور لا ایک شمار  
 ہوتے ہیں۔ باقی اصلی حروف اٹھائیں رہ جاتے ہیں۔ غرضیکہ اس پاک اسم کے اسرار اور معارف  
 اگر شمار کئے جائیں تو ایک دفتر بن جائے گا۔ آپ کے اسم مبارک میں اللہ تعالیٰ کے اسماء عظام کی سی  
 تاثیر اور برکت پائی جاتی ہے کیونکہ جو فقیر اللہ تعالیٰ کے انوار ذاتی میں فنا اور بقا کی حاصل کر لیتے  
 ہیں، ان کے اسماء میں بھی اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کی سی تاثیر پائی جاتی ہے۔

(مخزن اسرار: ص ۱۷۵)

بچپن سے ہی دیکھنے والوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ کوئی معمولی بچہ نہیں ہے۔ روایت  
 یوں بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ گھر سے باہر نکلتے تو ہندو اور سکھ تک کلمہ پڑھنے لگ جاتے تھے۔  
 حتیٰ کہ انہیں آپ کے والد سے کہنا پڑا کہ بچے کو وقت بے وقت ان کے سامنے نہ لایا جائے کیونکہ  
 ان کا دھرم خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔

ابھی آپ کمن تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا اور آپ کی سرپرستی، پرورش اور تربیت کی  
 ذمہ داری براہ راست آپ کی والدہ ماجدہ کے کاندھوں پر آن پڑی جو نہایت دور اندیشی کے ساتھ  
 اس سے عہدہ برا آ ہوئیں۔

حضرت بی بی راستی ”جانتی تھیں کہ ان کا بچہ مادرزادوی ہے ..... مادرزادوی وہ ہوتا ہے جسے وہ وقتیں پیدائشی طور پر حاصل ہوتی ہیں جو دوسرے لوگِ محنت اور ریاضت شاقہ کے بعد حاصل کرتے ہیں۔ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ جس منزل پر دوسرے ولی بعد از رنج و تعب پہنچ پاتے ہیں، وہاں سے مادرزادوی کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔

حضرت بی بی راستی ”اپنے پیدائشی طور پر ولی بیٹے کی مری اول تھیں۔ آپ کی کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا تھا کہ ظاہری طور پر ذکر کے ابتدائی طریقے آپ نے اپنی والدہ سے ہی سیکھے اور خود اپنی والدہ کے احوال و ارادات کے شاہد بنے۔

ظاہری تعلیم آپ نے کہاں سے حاصل کی، اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ اس قدر ضرور پتہ چلتا ہے کہ ابتدائی ظاہری تعلیم آپ نے ضرور حاصل کی (ممکن ہے حافظ قرآن بھی ہوں کیونکہ حفاظت کی طرح آپ اپنی کتب میں قرآنی آیات کے حوالے دیتے چلے جاتے ہیں) مگر شاید غلبہ واردات و جذبات کی وجہ سے کسی نصاب یادرس کی تکمیل نہ کر پائے اسی کو انہوں نے یوں ظاہر فرمایا ہے کہ ”ایں فقیر را ظاہری علم چندال نہ بود“ (یعنی اس فقیر کو ظاہری علم کچھ زیادہ نہ تھا) مگر جذب و شوق میں آپ اس مقام پر پہنچے، جہاں علوم ظاہر و باطن آپ کے قلب پر براہ راست القا ہونے لگے۔ فرمایا:

اگرچہ نیست ما را علم ظاہر ز علم باطنی جان گشتہ ظاہر  
(اگرچہ ہمیں علم ظاہری کچھ زیادہ نہیں تھا مگر علم باطنی سے یہ حال ہوا کہ روح پاک ہو گئی) پھر جو کچھ آپ کے منہ سے یا قلم سے نکلا، سراسر الہام والقاء الہی تھا۔ اسی لئے آپ کے ابیات ہوں یا نثری کتب ان کی تاثیر دوسرے صوفی بزرگوں کی کتب سے بالکل الگ اور قوی تر ہے۔ ہر بیت دل میں اترتا چلا جاتا ہے اور ہر جملہ دماغ اور ذہن کے گوشوں کو منور کرتا چلا جاتا ہے۔ ذہن نشینی کا عالم یہ ہے کہ بغیر کوشش اور سعی کے ابیات اور نثری جملے خود بخود حافظے میں اترتے چلے جاتے ہیں اور متحضر رہتے ہیں۔

### سلوک: سیر و سفر

جب آپ<sup>ؐ</sup> نے ہوش سنبھالا تو والدہ ہی نے آپ<sup>ؐ</sup> کو اس طرف توجہ دلائی کہ سفر پر نکلو اپنے دور کے فقراء سے ملوادر مشائخ کے مزارات پر حاضری دو۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ آپ مرشد کامل کی تلاش میں نکلے تھے اور کسی کے ہاتھ پر ظاہری بیعت کر کے فیض حاصل کرنا چاہتے تھے، تو یہ بات کچھ درست نظر نہیں آتی۔ اسے تسلیم کرنے میں چند امور مانع ہیں۔ اول یہ کہ آپ مادرزادوں کی تھے اور وہ خصوصیات آپ کو پہلے سے حاصل تھیں جو ظاہری مرشدی اور تعلیم و تلقین سے مردراہ کا نصیبہ بنتی ہیں۔ البتہ مادرزادوں میں جو بنیادی قوتیں پیدائشی طور پر پائی جاتی ہیں ان کو وسعت دینے اور عروج تک پہنچانے کے لئے مزید تجربات و واردات کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ضرورت سیر و سفر (ظاہری و باطنی) کے مشاہدات، فقیروں اور درویشوں کی صحبت و ملاقات، مزارات مشائخ کی زیارات اور الہی صفات کے ظاہری و باطنی مظاہر و تجلیات سے پوری ہوتی ہے۔ دوم حضرت سلطان باہو<sup>ؒ</sup> کی پہلی مرتبی ان کی والدہ مکرمہ تھیں جو خود ایک کامل ولیہ تھیں، پھر انہیں فتح کبیر عطا ہوئی۔ یعنی اویسی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست حصول فیض کا کشف ہوا، تو اس نے انہیں ظاہری مرشدی سے بے نیاز کر دیا۔ سوم حضرت سلطان العارفین سلطان باہو<sup>ؒ</sup> نے اپنی کتب میں سے کسی میں ذکر نہیں کیا کہ وہ کہیں ظاہری طور پر مزید ہوئے جبکہ مذکورہ اویسی فیض کا بار بار ذکر فرماتے ہیں۔ یہ بات ان کی شکر گزار طبیعت سے بعید ہے کہ انہوں نے کہیں فیض پایا ہو اور اس کا ذکر نہ کریں۔

صاحب ”مناقب سلطانی“ کے بیان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں ہی آپ کو اویسی طور پر سب کچھ عطا ہو چکا تھا۔ انہوں نے اپنے بزرگوں کی روایات کی سند کے ساتھ

---

”والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ گتو مادرزادوں ہے لیکن صوفیان وقت ظاہرین سے مجالس، ملاقات کرنا ساکان طریقت کے لئے منحلہ ضروریات سے ہے۔“ (رسالہ مؤلفہ مولوی محمد دین گجراتی: ج ۲۷)

با تفصیل بیان کیا ہے کہ جب آپ ”سن رشد و تمیز یا سن بلوغت کو پہنچے“ تو ایک روز حضرت علیؑ اپنی پوری شان سے آپ کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں لے گئے جہاں صحابہ کبارؓ موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بڑھائے اور فرمایا: میرے ہاتھ پکڑو، پھر بیعت فرمایا اور تلقین کی۔ یہاں تک کہ ”درجات اور مقامات کا حجابت باقی نہ رہا۔ اول و آخر یکساں ہو گیا۔“

تلقین سے مشرف ہونے کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، تو میرا فرزند ہے۔ پھر آپ نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے ”قدم چومنے اور اپنے کانوں میں غلامی کا حلقة پہنا“۔ بعد ازاں آپ کو حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پرورد کیا گیا اور خلقت کے ارشاد و تلقین کا حکم صادر ہوا۔

صاحب ”مناقب سلطانی“ فرماتے ہیں، ”اس روز سے آپ پر ذاتِ الہی کے جذبات و انوار اس طرح متحلی ہونے شروع ہوئے کہ سینکڑوں آدمیوں کو ایک ہی نگاہ سے ایک ہی قدم پر خدا رسیدہ بنادیتے تھے..... اور اللہ تعالیٰ کے لاکھوں طالبوں کو بامراکرتے تھے۔“  
(ص ۱۹-۲۷)

حیرت یہ ہے کہ اس کے باوجود وہ پھر حضرت سلطان العارفینؒ کے اپنے لئے کسی مرشدؔ کامل کی تلاش میں نکلنے اور کسی بزرگ سے ”ازلی نصیبہ“ کے پانے کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ ازلی نصیبہ تو حضرت سلطان العارفینؒ کو دنیا میں ظہور کے ساتھ ہی بلکہ اس سے بھی کہیں پہلے مل چکا تھا اور والدہ ان کو راستے پر بھی ڈال چکی تھیں۔

اس فقیر کا خیال یہ ہے کہ یہ سب سیر و سفر کسی مرشد کی تلاش کے لئے نہ تھا بلکہ ولایت کی انتہائی منزوں تک رسائی اور تکمیل کے لئے تھا۔ ان منزوں تک پہنچنے کے لئے سیر و سفر کے ذریعے مختلف سطح پر تجلیات الہیہ کا مشاہدہ و تجربہ مطلوب ہوتا ہے چنانچہ اسی خاطر آپ گھر سے نکل کر رے ہوئے تھے۔

بتایا گیا ہے کہ جب آپ ”اپنی والدہ کی ہدایت پر اس غرض سے روانہ ہوئے تو آپ ”کی ایک یاد دیویاں گھر پر موجود تھیں۔ (مناقب سلطانی ص ۲۱) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اوائل عمر میں ہی آپ کی شادی ہو چکی تھی۔

### فقیروں اور درویشوں سے ملاقات

”مناقب سلطانی“ میں آپ کے سیر و سفر کے جن واقعات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے بعض کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اوائل زمانہ میں کئے اور بعض ”ارشادِ خلق“ کے حکم کی تعمیل کے لئے کئے گئے۔ پھر بعض اوقات آپ نے تنہ اسفر کئے ہیں اور بعض موقع پر ایک یا ایک سے زائد درویش بھی آپ کے ساتھ رہے ہیں۔

ابتدائی دور میں آپ نے حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا کے مزار پر حاضری دی ہے اور وہاں آپ نے اپنے مخصوص انداز میں ”دعوت“ پڑھی ہے۔ (یعنی اکیلے میں قبر کے اوپر بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کی۔ اس طرح کے پڑھنے کو آپ دعوت کہتے ہیں لیکن بار بار یہوضاحت کرتے ہیں کہ صرف خواص ہی یہ دعوت پڑھ سکتے ہیں)

اسی موقع پر ایک ہندو ساہو کارکی مسلمان ہوئی اور آپ کی زوجیت میں آئی۔

اسی طرح ایک بزرگ عبد الرحمن قریشی کے مزار پر بھی دعوت پڑھی لیکن یہاں اس طرح کا واقعہ پیش آیا کہ آپ کے دونوں پاؤں پر آبلے پڑ گئے۔ ”جب آپ مزار سے نیچے اترے تو حضرت سلطان العارفین“ نے فرمایا تو نامرا دا اور لا ولد فقیر ہے۔ ہم صاحب اولاد ہیں۔ ہماری اولاد میں سے کوئی بھی تمہاری قبر پر نہیں آئے گا۔“ (مناقب سلطانی ص ۳۸)

اسی دور میں کئی اور بزرگوں کے مزارات پر بھی گئے ہوں گے۔ آپ کی کتاب ”گنج السرار“ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ججرہ شاہ مقیم کے بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی اور شاید وہاں کے سجادہ نشینوں سے بھی ملے۔ آپ نے اس نثری کتاب میں یہ اشعار قم فرمائے ہیں:

هر کر اپدرش بود عارف مقیم چوں نباشد ولد بر راه مستقیم  
 شرف زال لعل بہاول باوصال نظر بر قبرش بکن شوریدہ حال  
 (جس کا والد بزرگوار عارف مقیم ہو، اس کا بیٹا صراط مستقیم پر  
 کیوں کرنہ ہو گا۔ لعل بہاول باوصال سے اسے یہ شرف ملا۔  
 اے شوریدہ حال، ان کی قبر پر نظر رکھ)

دریائے راوی کے کنارے واقع گڑھ بغداد میں ایک شیخ حضرت شاہ جبیب اللہ قادری مشہور تھے۔ ان کی خدمت میں بھی آپ حاضر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے مختلف انداز سے حضرت سلطان العارفین ”کو آزمانے کی کوشش کی مگر ہر بار حضرت سلطان العارفین ”کو قوت و ہمت میں خود سے بڑھ کر پایا۔ آخر کو آپ سے درخواست کی کہ میرے شیخ حضرت پیر سید عبدالرحمٰن قادری دہلوی کی خدمت میں تشریف لے جائیے۔

صاحب ”مناقب سلطانی“ کے بیان کے مطابق دہلی کے اس سفر میں بھکر کے ایک درویش سلطان حمید بھی آپ کے ساتھ تھے۔ وہ آپ کے خلیفہ بھی تھے۔ جب آپ حضرت پیر عبد الرحمن قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ”پیر صاحب آپ کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے..... پس آپ نے مرشدِ کامل سے اپنا ازلی نصیبہ ایک قدم سے ایک ہی دم میں پالیا، جو چاہتے تھے، بل گیا۔“ (ص ۲۲)

پھر وہ واقعہ لکھا ہے کہ اسی روز جمعہ کے دن حضرت سلطان العارفین ”جامع مسجد“ گئے تو تمام حاضرین پر وجود کی کیفیت طاری ہو گئی۔ شہنشاہ اور نگزیب بمع قاضی و کوتوال مسجد میں موجود تھے۔ انہوں نے بھی دست بستہ توجہ کی درخواست کی۔ جس پر آپ نے بادشاہ سے پہلے یہ عہد لیا کہ ہمیں اور ہماری اولاد کو شاہی انعام و اکرام سے نہیں نوازا جائے گا ”تاکہ تمہارے دنیاوی اموال کے سبب ہمارے عیال و اولاد میں دنیاوی جھگڑے اور فساد نہ پڑ جائیں اور گمراہ نہ ہو جائیں۔“ (ص ۳۵) اور نگزیب نے اقرار کیا اور پھر آپ نے اس کو توجہ دی۔ اس موقع پر جو

مکالمہ آپ سے منکشف ہوا، وہ شاہی کتابوں نے ریکارڈ کر لیا اور اب یہ رسالہ ”اورنگ شاہی“ کے عنوان سے دستیاب ہے۔  
تب آپ دہلی سے لوٹ آئے۔

”شیخ ما“: حضرت سلطان العارفین کے مرشد مناقب سلطانی کے مصنف نے انہی عبد الرحمن قادریؒ کو حضرت سلطان العارفینؒ کا ظاہری مرشد مانا ہے اور ایک شجرہ طریقت بھی نقل کر دیا ہے مگر مذکورہ واقعہ بیان کرنے سے قبل انہوں نے حضرت سلطان باہوؒ کا ایک کشف بھی لکھا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت سلطان العارفینؒ کو سب مطلوبہ فیض اولیٰ طور پر مل چکا تھا اور بارگاہ نبوی ﷺ سے بوسیلہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ”خلق خدا کو بہادیت دینے کا حکم صادر ہو چکا تھا۔

کشف کا یہ واقعہ مصنف ”مناقب سلطانی“ حضرت سلطان حامد صاحبؒ نے ”اپنے بزرگوں سے سند بہ سند سنائے۔“ (ص ۱۸)

یہ کشف عین بیداری میں ہوا۔ آپ ایک دن شور کوٹ کے آس پاس کہیں کھڑے تھے اے نقیر محمد زکریا ایک درویش شاعر تھے۔ انہوں نے ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں حضرت سلطان العارفینؒ کی شان میں ایک سہ حرفي لکھی۔ اس میں انہوں نے کہا ہے کہ اورنگ زیب نے جب سلطان صاحبؒ کا شہرہ سنا تو ”فراق ہو یا دل مشتاق ہوا، بادشاہ کہیا کل امیر نوں جی!!!،  
شور شہر جاوی، او تھے بیعت ہو ویں ونج سلام کراں اس فقیر نوں جی،  
اونٹ، فیل، غلام ہزار گھوڑے ونج نظر کیتیں دنگیر نوں جی،  
محمد زکریا شاہ سلطان“ کہیا، میتوں دور کرو اس شریر نوں جی،  
(بادشاہ ملنے کا مشتاق ہوا۔ اس نے امراء سے کہا کہ میں شور کوٹ جا کر  
اس فقیر کی سلامی کرنا اور اس سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ  
ہزاروں اونٹ، ہاتھی، گھوڑے اور غلام اس نے لے جا کر سلطان  
العارفینؒ کے نذر کئے مگر سلطان صاحبؒ نے فرمایا کہ اس شریر دنیا کو  
میری نظروں سے دور کرو)

کہ ”اچانک ایک صاحب نور، صاحب حشمت اور بارعب سوار نمودار ہوا۔ جس نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے بٹھالیا“..... یہ حضرت امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تھے۔ بعد ازاں جو کچھ پیش آیا۔ اس کی تفصیل گز شستہ سطور میں نقل کی جا چکی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضری اور صحابہ کبار اور اہل بیتؐ کی برکت سے مملوک رکے آپ کو حضرت شیخ عبدالقدار جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا گیا۔

رسالہ ”روحی“ میں حضرت سلطان العارفین ”جب ارواح سلطان الفقراء کا ذکر کرتے

ہیں تو غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقداری جیلانی“ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”یک روح شیخ ما، حقیقتہ الحق، نور مطلق، مشہود علی الحق، حضرت محبوب بمحاجی“

(ایک روح ہمارے شیخ، حقیقتہ الحق، نور مطلق، مشہود علی الحق

حضرت محبوب بمحاجی“ ہیں)

اب اگر اس کشف کے بیان اور پیر عبدالرحمن قادریؓ کی ملاقات کی روایت کا موازنہ کیا جائے تو تضاد ظاہر ہو جاتا ہے۔ جب اس ”فتحِ کبیر“ کے بعد حضرت سلطان العارفین پر تجلیات ذاتی وارد ہونے لگیں اور خود ارواح جلیلہ نے آپ کو رشد و ہدایت کی اجازت سے سرفراز کر دیا تھا تو پھر کسی پیر سے ”ازلی نصیبہ“ پالینے کا کیا سوال ہے؟ آپ تو خود ہی شروع سے مرشدِ کامل کے مقام پر فائز ہو چکے تھے۔

مناقب سلطانی میں یہ بھی لکھا ہے، ”چونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ مادرزاد

جب بادشاہ نے وہ سب دولت را ہ خدا میں لٹا دی تو ”سلطان صاحب گل لالیا، منظور کیتیں دلدارتا میں“ (سلطان صاحب نے گلے لگالیا اور دلداری فرمائی)

مگر معلوم ہوتا ہے یہ سب شاعری ہے۔ اگر اور نگ زیب شور کوٹ آتا تو واقع نگار، جو بادشاہ کی نقل و حرکت نوٹ کرتے رہتے تھے اور جن کا ریکارڈ اب تک کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے، اس کا ضرور ذکر کرتے ..... اور نگ زیب کا کسی فقیر کی خدمت میں خاص طور پر جا کر حاضر ہونا اور بیعت ہونا کوئی معمولی واقعہ نہ تھا، جسے واقع نگار نظر انداز کر دیتے۔

ولی تھے اس لئے روز پیدائش سے ہی صاحب اسرار تھے۔ نیز آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھے انوار ذات کی تجلیات کے مکاشفات کے سبب ظاہری علم اور درود و وظیفہ کے لئے فرصت نہیں۔ میں ہر وقت وحدانیت میں مستغرق اور سیر فی الذات میں رہتا ہوں۔<sup>۲۲</sup> ”ص ۲۲“

اگر ظاہری علم یا درود و وظیفہ کی فرصت و ضرورت نہ تھی تو پھر ظاہری مرشدی کی ضرورت سے بھی آپ اسی طرح بے نیاز تھے۔

معلوم ہوتا ہے جس طرح ہمارے تہذیبی زوال کے دور میں مختلف حلقوں اور شعبوں کے متاخرین کے ہاں صرف ظاہری نظام کے قواعد کا التزام اور اس کی غیر ضروری تاکید ہی باقی رہ گئی تھی۔ اسی طرح طریقت میں بھی روایت کی ظاہری صورت کی اہمیت کچھ زیادہ ہی بڑھادی گئی تھی۔ شاعری میں اگر کوئی کسی کو اپنا استاد ظاہر نہیں کر سکتا تھا تو اس کو بے استاد ہونے کا طعنہ دیا جاتا تھا۔ اسی طرح طریقت میں جو اپنے تیس کسی پیر سے مسلک ظاہرنہ کر سکتا تھا، وہ بے پیر کہلاتا تھا۔ جہاں تک حضرت سلطان العارفین، سلطان باہور حمتہ اللہ علیہ کا تعلق ہے، انہوں نے تو اس کی ہرگز پرواہ نہیں کی اور اپنے رسائل و کتب میں کسی حبیب اللہ شاہ اور پیر عبد الرحمن قادری وغیرہ کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس کے برعکس اپنے اویسی فیض اور مذکورہ کشف کا اکثر ذکر کیا ہے مگر شاید بعد میں آنے والوں نے ضروری سمجھا کہ اس دور کے مخصوص تہذیبی پس منظر میں اپنے جدا مجد کو کسی نہ کسی روایتی شجرہ طریقت سے مسلک دیکھیں اور دکھائیں۔ یوں ”ظاہری مرشد“ کا حوالہ ان کے نزدیک لازمی ٹھہرا۔

مولوی محمد دین گجراتی ”نے پیر عبد الرحمن قادری“ سے حضرت سلطان العارفین ”کے تعلق کو محض ”بشارت“ دینے کی حد تک مانا ہے۔ انہوں نے روایت کی ہے کہ پیر عبد الرحمن قادری نے ”آپ کا ہاتھ پکڑا اور جمرے کے اندر لے گئے اور فرمایا تو تو ما لامال فیضانِ توحیدی سے ہے اور تیرے ہاتھ پر ہاتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور حضرت پیر ان دستگیر رضی اللہ عنہ کا تو تربیت یافتہ ہے۔ پس حضرت سلطان باہور حمتہ اللہ علیہ نے یہ بشارت پا کر

بازارِ دہلی میں تشریف لا کر بازاریوں پر توجہ فرمائی۔ پس دوکاندار خاص و عام کو ایک عالم جذب کا ظہور میں آیا۔“ (ص ۱۱)

بعد کے محققین میں فقیر نور محمد علیہ الرحمۃ اور جناب صاحبِ جزا دہ سلطان الطاف علی نے بھی براہ راست اویسی فیض کو ہی صحیح تسلیم کیا ہے۔ فقیر نور محمد صاحب نے لکھا ہے کہ ”حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی ظاہری بیعت کا کہیں سے سراغ نہیں ملتا اور ٹھیک پتہ معلوم نہیں ہوتا۔“ (مخزن اسرار۔ ص ۲۶۰)

سلطان الطاف علی صاحب نے بھی ”شرح ابیات باہو“ کے دیباچے میں اسی طرح کا اقرار کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سلطان باہو کے شیخ وہی تھے جنہیں آپ نے جا بجا اپنی کتب میں ”شیخ ما“ لکھا ہے یعنی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی روحاںی شان ایسی ہے کہ آپ ”اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔“ (ہمیات شاہ ولی اللہ۔ ص ۱۲۷) اور آپ کے طریقہ کے بارے میں حضرت سلطان العارفین نے فرمایا ہے کہ قادری طریقہ آفتاب کی مانند ہے اور دوسرے طرق چراغوں کی مانند، باقی طریقے مٹ سکتے ہیں لیکن اسے اویسی طریق پر فیض رسانی کا شرف عطا ہوا ہے جو قیامت تک باری رہے گا۔ فرمایا:

بغداد شہر دی کیہہ نثانی اچیاں لمیاں چیراں ہو  
تن من میرا پر زے پر زے جیوں درزی دیاں لیراں ہو  
ایہناں لیراں دی گل کفنی پا کے رہاں سنگ فقیراں ہو  
بغداد شہر دے نکڑے منکساں باہو کرساں میراں میراں ہو  
(بغداد کی نثانی اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ دل میں گھرے اور  
لبے زخم ہیں۔ تن من درازی کے نکڑوں کی طرح ہو رہا ہے۔ ان  
نکڑوں کا کفن گلے میں پہن کر فقیروں میں شامل ہو جاؤں گا۔

بغداد شہر میں گدائی کروں گا اور ”میراں میراں“ پکاروں گا)

ظاہر ہے کہ حضرت سلطان العارفینؒ کی سوانح لکھتے ہوئے حضرت غوث العظیمؑ کے علاوہ جن بزرگوں کا بھی کہیں ذکر کیا گیا ہے وہ صرف آپؐ کے پیرانِ صحبت تھے اور بس۔ ان سے کسی فیض کی نسبت غیر متعلق اور تحقیقی لحاظ سے ناقابل تسلیم بات ہے۔

یہ بھی سچ ہے کہ حضرت سلطان العارفینؒ نے کئی مقامات پر اپنی کتب میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ تک مرشدِ کامل کی تلاش میں پھرتے رہے ہیں اور تمیں سال سے کسی باصلاحیت طالب کی تلاش میں ہیں۔ اول تو تمیں سالِ محض مبالغہ کے لئے محاورہ لکھا ہے مگر اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی ایسا مرشد کامل نہیں ملا جو آپؐ کے معیار پر پورا اترتا ہو۔ یہاں تک کہ غیب سے آپ پر فیوض و برکات اور تجلیات و دارادات کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اسی طرح کوئی ایسا طالب بھی آپ کونہ مل سکا جو مکمل طور پر آپ کا روحانی وارث بنتا۔ یعنی جس طرح آپ صاحبِ کل تھے اسی طرح وہ بھی صاحبِ کل ہوتا۔ آپؐ کے نزدیک طلب کا معیار بھی بہت بلند تھا۔ حق یہ ہے کہ صاحبِ کل تو کوئی لاکھوں میں ایک ہوتا ہے۔ ہر ایک میں صاحبِ کل بننے کی صلاحیت اور ظرف کہاں، جتنا کچھ بھی آپؐ کے مریدوں نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق حاصل کیا، وہ بھی بہت تھا۔ وہ خود ہی کیا، ان کے آثار و مزارات تک مرجع خلائق بن گئے۔

### تعلیم و تلقین

حضرت سلطان باہر حمتہ اللہ علیہ نے سجادہ نشین شیخ کے مقابلے میں ایک جگہ آزاد فقیر کی تعریف کی ہے کیونکہ آزاد فقیر مصلحتوں اور آداب و رسوم کی جگہ بندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ آزاد فقیر ایک تو کسی جگہ کا پابند ہو کر رہنے پر مجبور نہیں ہوتا، دوسرے اس کا فیض ہر حال اور ہر صورت میں جاری رہتا ہے۔ عام طور پر وہ اس قدر ہمت و طاقت رکھتا ہے کہ سیر و سفر میں رہتے ہوئے روحانیت کی دولت لوگوں کے گھروں اور دروازوں پر لٹاثا تا پھرتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہر حمتہ اللہ علیہ بھی تمام عمر اکثر و بیشتر سیر و سفر میں

رہے۔ آپ کے بعض رسائل کے موضوعات و مضمایں کی تکرار سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وہ اپنے مریدوں اور درویشوں کے لئے سفر میں ہی لکھے اور ان کے حوالے کر کے آگے چل دیئے۔ ان کا اسلوب بھی مکالمات کا سا ہے۔

بارہا ایسا ہوا کہ جذب کی حالت میں آپ نے اثنائے سفر میں کسی پر نظر کی اور اسے خدا رسیدہ بنادیا۔ ایسے ہی ایک لکڑاہارے کا ذکر ہے کہ چولستان میں لکڑیاں اکٹھی کر کے باندھ رہا تھا۔ جب حضرت سلطان العارفینؒ کا وہاں سے گزر ہوا، آپ کی نظر پڑتے ہی وہ بے خود ہو گیا اور وہیں کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ کچھ دیر بعد آپ لوٹ کر اس جگہ پر آئے تو دیکھا کہ وہ وہیں متین کھڑا ہے۔ حضرتؒ نے پھر اپنا دستِ مبارک اس کے سر پر رکھا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو اسے قرب الہی کا درجہ حاصل ہو چکا تھا۔

اگر کچھ درویش آپ کے ساتھ ہوتے تو ان کی تربیت بھی ساتھ ساتھ جاری رہتی تھی۔ بھکر کے سلطان حمید کا ابھی ذکر ہوا ہے۔ کہیں بھکر کے گرد نواح میں حضرت سلطان صاحبؒ اس کے ہمراہ سیر کو نکلنے والے تو ایک ویران ٹیلے پر بیٹھنے لگے مگر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا ”اس ٹیلے سے جلد اُترو، یہ کسی ظالم کا مکان ہے۔“ وہاں سے ہٹ کر آپ نے تھوڑی دیر کے لئے آرام فرمایا اور ریت پر ہی سلطان حمید کے زانوں پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔ سلطان حمید کے دل میں خیال گزرا کہ اگر اس کے پاس دولت ہوتی، تو وہ اپنے مرشد کے لئے قیمتی لباس اور محل بناتا وغیرہ۔ حضرت سلطان العارفینؒ اس کے دل میں آنے والا یہ خیال جان گئے اور سر اٹھا کر فرمایا: آنکھیں بند کرو۔ ”سلطان حمید نے آنکھیں بند کیں تو کیا دیکھتا ہے کہ میں ایک باغ میں ہوں جس میں ایک مجلس دیبا کے فرش و فروش سے آ راستہ ہے اور اس میں ایک خوبصورت عورت جڑاؤ زیور اور ریشمی کپڑے پہنے سلطان حمید سے رغبت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھ سے نکاح کرلو۔ سلطان حمید نے اسے اشارہ اور نرم لمحے میں کہا کہ دُور ہو جا، ادب کا مقام ہے، میں اپنے ہادی کی خدمت میں حاضر ہوں، میرے پاس نہ آ، دور ہو جا۔“ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو سلطان صاحبؒ نے فرمایا کہ جب

دنیا تیرے پاس آئی تو، تو نے قبول کیوں نہ کی۔ اب سلطان حمید پر یہ حقیقت کھل چکی تھی۔ اس نے عرض کیا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ سے اس کی ذات کا نور چاہتا ہوں، مال و دولت نہیں چاہتا۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا کہ فقر کا اثر تیرے خاندان سے نہیں جائے گا۔

بعض مشائخ جب اپنی منزل پر بیٹھ جاتے ہیں تو وہاں انہیں کبھی بھی دھوکہ ہو جاتا ہے کہ شاید اس سے آگے اور کوئی نہیں گیا ہوگا۔ ایسے موقع پر پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کسی خضر صورت مرشدِ کامل کو بھیج دیتا ہے کہ ان کو اس دھوکے سے نجات دلائے۔ ایسے ہی ایک بزرگ حضرت شیر شاہ تھے جو ایک سطح پر مجلسِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے تھے اور سمجھتے تھے کہ بس یہی ایک مجلس ہے جس میں وہ حاضر ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت سلطان باہوؒ سے ملے اور آپ کے کمالات ظاہر و باطن دیکھ کر جب آپ کو مجلس میں نہ پایا تو مفترض ہوئے۔ تب حضرت سلطان العارفینؒ نے ان کی عقدہ کشائی کی اور فرمایا کہ حضرت سرورِ کائنات ﷺ کی کچھریاں تو باطن میں کئی مقامات پر لگتی ہیں۔ سب سے ادنیٰ مجلس وہ ہے جو اس دنیا میں منعقد ہوتی ہے اور جس میں تمام اولیاء اللہ، رسول کریم ﷺ و سلم کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ جب حضرت شیر شاہ کو حقیقت معلوم ہوئی تو انہوں نے مرید ہونے کی درخواست کی۔ آپ نے ”ان کی درخواست پر انہیں اپنا خلیفہ بنایا اور مقام ادنیٰ سے نکال کر مقام اعلیٰ پر سرفراز فرمایا۔“ (مخزن اسرار۔ ص ۲۵۱)

سلطان حامدؒ مصنف ”مناقب سلطانی“ نے یہ روایت اور طرح بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ سلطان العارفینؒ کے ایک مرید سلطان طیب انہی حضرت شیر شاہؒ کی کرامات پر فریفہ ہو کر ان کے مرید ہو گئے۔ بعد میں کسی بات پر ناراض ہو کر شیر شاہ صاحبؒ نے ان سے نعمت سلب کر لی اور وہ بے بس ہو کر رہ گئے۔ (سلوک میں یہ اصول ہے کہ جو کچھ مشائخ کرام اپنی توجہ یا ہمت سے کچھ فیض مرید کی طرف منتقل کرتے ہیں تو اسے واپس بھی لے سکتے ہیں مگر کوئی اپنی محنت و ریاضت سے کچھ حاصل کرتا ہے تو اسے نہیں چھین سکتے) حضرت سلطان العارفینؒ کو خبر ہوئی تو آپ نے مجلسِ نبوی ﷺ میں اس بارے میں شکایت کی۔ ”وہاں یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت شیر شاہ سلطان

طیب کو پہلے سے ساٹھ حصے زیادہ نعمت عطا کریں۔ ”پھر قصور معاف ہو گا چنانچہ حضرت شیر شاہ“ کو ایسا کرننا پڑا۔ (ص ۳۳)

فقیر نور محمد علیہ الرحمۃ کے بیان کے مطابق دو دفعہ آپ ڈیرہ غازی خاں اور ڈیرہ اسماعیل خاں کے اضلاع میں درویشوں کے ہمراہ تشریف لے گئے اور وہاں اپنا باطنی فیض پھیلایا۔ (مخزن اسرار ص ۲۵۲)

ملتان کے علاقہ میں دریائے راوی کے کنارے قصبه سردار پور میں ایک صوفی شیخ جنید رہتے تھے۔ ان سے سلطان صاحبؒ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے رعب جمانے، یا آزمائے کی خاطر کچھ تصرفات کا مظاہرہ کیا مثلاً ان کے حکم پر ان کے خادموں نے سنگریاں دیگ میں ڈالیں اور پکا کر نکالیں، تو وہ سویاں تھیں۔ اس پر کہا جاتا ہے کہ سلطان العارفینؒ نے ان سویوں پر مٹی ڈال دی تو وہ شکر بن گئی اور کسی گڑھ سے بارش کا پانی لے کر چھڑ کا تو وہ گھنی بن گیا۔ ساری مجلس نے وہ سویاں کھائیں چنانچہ شیخ جنید اور ان کے فرزند شیخ کالوشاد دونوں آپ کے معتقد ہوئے۔

ایک بار ”شورکوٹ“ کے قرب و جوار، میں اپنی زمینوں پر آپ نے ہل جوت رکھا تھا کہ آپ کی شہرت سن کر سادات کا ایک فرد مفلسی و غربی سے گھرا یا ہوا حاضر ہوا مگر جب اس نے خود سلطان صاحبؒ کو ایک عام دہقان کی طرح ہل چلاتے ہوئے پایا، تو سوچا، یہ میری کیا مدد کریں گے۔ لوٹنے لگا تو سلطان صاحبؒ نے بلا لیا۔ حال پوچھتا تو اس نے اپنی حالت بیان کی۔ آپ نے مٹی کا ایک ڈھیلا اٹھا کر پھینکا تو ”اس کھیت کے ڈھیلے اور مٹی سونا ہو گئے۔ آپ نے اس سفید پوش سید کو فرمایا کہ اپنی حاجت کے مطابق یہاں سے سونا اٹھا لو۔ اس نے گھوڑے اور ساتھیوں کو خالص سونے سے لا دلیا۔ (مناقب سلطانی ص ۵۳)

فقیر نور محمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ایک دائی آپ کے درویشوں کے لئے روٹیاں پکانے لگی مگر اس کی بچی رونا بند نہیں کرتی تھی۔ حضرت سلطان العارفینؒ پنگھوڑے کے پاس بیٹھ گئے تو آپ کے اشارے پر ہی بچی چپ ہو گئی اور اس کے دل میں ذکر

جاری ہو گیا۔ بڑی ہو کر وہ مائی غلام فاطمہ مستوئن کے نام سے مشہور ہوئی۔ ”مجذوبہ صاحب کمال“ ہو گئی۔ فقیر صاحب کے بیان کے مطابق ”مائی صاحبہ کی قبر زندہ ہے اور مر جمع خلائق ہے۔ بہت سے لوگ ان کے مزار سے فیضیاب اور مستفیض ہوتے ہیں اور دینی و دنیوی مراد پاتے ہیں۔“ (مخزن اسراء۔ ص ۲۵۳)

رشد و ہدایت کی غرض سے سیر و سیاحت کے دوران میں حضرت سلطان العارفین<sup>ؒ</sup> بار اپنے آبائی علاقہ سون سکیسر اور اس کے گرد نواح میں بھی تشریف لاتے رہے..... بلکہ کہا جاتا ہے کہ سوڈھی بجے والی کے گاؤں سے آگے سلطان مہدی<sup>ؒ</sup> کی خانقاہ کے مقام کے نزدیک دو پہاڑوں کے درمیان ایک آبشار اور تالاب سا بن گیا ہے۔ وہاں پر موجود مشہور و معروف ”غار“ میں بیٹھ کر آپ ذکرو فکر کے لئے بھی معتکف رہے۔ (اب تک دور دور سے درویش اور فقیر وہاں آتے ہیں اور چلہ کامتے ہیں) یہ قیاس بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ممکن ہے سلطان مہدی<sup>ؒ</sup> صاحب، آپ<sup>ؒ</sup> ہی کے خلیفہ ہوں۔ جن کے مزار پر علاقے سے دور دور کے لوگ کئی مرادیں دل میں لئے ہو جمعرات کو حاضر ہوتے ہیں۔

سون سکیسر سے ملحقة علاقہ ”ونہار“ کہلاتا ہے۔ یہ بھی کوہستان نمک کے سلسلہ کے پہاڑوں میں ہی واقع ہے۔ وہاں راولپنڈی جانے والی سڑک کے ساتھ ہی واقع کلر کہار کا مقام قابل دید اور خوبصورت ہے۔ یہاں ایک چھوٹی سی جھیل ہے اور دامن کوہ میں کچھ باغات اور چشمے ہیں۔ وادی کی ایک پہاڑی سے متصل ایک ٹیلے پر خانقاہ ”آہو بہو“ واقع ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت سلطان العارفین<sup>ؒ</sup> اپنے ایک خلیفہ سلطان نورنگ کے ہمراہ یہاں تشریف لائے تھے اور اس ٹیلے پر پورا رمضان کا مہینہ استغراق کے عالم میں معتکف رہے۔ حتیٰ کہ آپ کو سحری و افطاری کی بھی خبر نہ تھی۔ اس مدت میں ایک ہرن آثار ہا جس کے سینگ کے ساتھ کھانا بندھا ہوتا تھا۔ سلطان نورنگ<sup>ؒ</sup> اور ایک اور خادم غلام محمد جو قریب کے ایک گاؤں نور پور سہتی کا

---

۱۔ غلام محمد کا ذکر حضرت سلطان محمد عبد العزیز<sup>ؒ</sup> کی غیر مطبوعہ یادداشتیوں میں ملتا ہے۔ ان کے بیان کے مطابق یہ ایک سید حاصد ہا چروہا تھا۔ جب حضرت سلطان العارفین<sup>ؒ</sup> کے گاؤں اس کے پاس سے گزرے تو وہ بھی آپ کی ساتھ ہو لیا تھا۔

تھا، کھانا اتنا لیتے اور ہر دن واپس چلا جاتا۔ اسی طرح روزانہ ہوتا رہا۔ فقیر نور محمد علیہ الرحمۃ نے اس موقع پر سلطان نورنگ کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا:

عجب دیدم تماشہ شیخ باہو  
برات عاشقاں بر شارخ آہو

جب رمضان شریف ختم ہوا تو سلطان نورنگ اور غلام محمد نے کھانا لانے کا واقعہ آپ کے گوش گزار کیا۔ بعد میں حضرت سلطان العارفینؒ کے سامنے وہ ہرن آیا اور آپ نے اس پر نظر کی تو وہ جاں بحق ہوا۔ آپؒ نے با قاعدہ قبر بنایا کہ اسے وہاں دفن کیا۔ جب خادم غلام محمد نے آہو کے وصال کا یہ درجہ و مرتبہ دیکھا تو وہ بھی توجہ کا طالب ہوا۔ اس کے اصرار پر آپؒ نے توجہ دی، تو وہ بھی واصل باللہ ہو کر انتقال کر گیا چنانچہ اس کی قبر بھی وہیں بنی۔

## فقر

### حضرت سلطان العارفینؒ کا اسلوب حیات

یہ بات جناب سلطان حامدؒ مصنف ”مناقب سلطانی“ کی روشن دماغی پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے ”حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ کی زندگی بسر کرنے کے طریق میں“ کے عنوان سے ایک الگ فصل لکھی ہے۔ گو انہوں نے روایتی طور پر صرف حضرت سلطان العارفینؒ کی طرز معاش اور ان کے استغناء کے بارے میں ہی کچھ اشارات لکھے ہیں اور معلومات بہم پہنچائی ہیں مگر اس سے کم از کم یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ انہیں ایک مرشدِ کامل یا فقیر کامل کے اسلوب حیات کی اہمیت کا احساس ضرور تھا۔ اسی طرح انہوں نے حضرت سلطان العارفینؒ کے ترکِ دنیا کے بارے میں بھی ایک علیحدہ فصل میں کچھ حالات تحریر فرمائے ہیں۔

حضرت سلطان العارفینؒ نے فقر کی جن ایجادی خصوصیات پر زور دیا ہے ان میں ترکِ

دنیا کو بنیادی خصوصیت حاصل ہے مگر جیسا کہ کسی اور جگہ وضاحت کیجا چکی ہے۔ ترکِ دنیا اسے معاملاتِ زندگی سے مکمل طور پر علیحدگی مراد نہیں ہے۔ صوفیاء کامشن خدمتِ خلق ہوتا ہے اور خاص طور پر وہ نبیوں کی پیروی میں تعلیم و تبلیغ کے فریضے کو اختیار کرتے ہیں۔ یہ خدمتِ خلق اس طرح کی نہیں ہوتی، جیسے طبقہ امراء کے ارکان جزوی طور پر فیشن یا شہرت کی خاطر اسے سرانجام دیتے نظر آتے ہیں۔ صوفیاء خدمتِ خلق کو ایک ایسا وظیفہ سمجھتے ہیں جس سے عہدہ برآء ہونے کے بعد بعض اوقات وہ سردهڑ کی بازی لگادیتے ہیں۔ اسی طرح تعلیم و تبلیغ ان کے لئے ایک ہمہ وقتی کا رِ عظیم ہوتا ہے، جس کی اہمیت کو دنیا دار لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ ان فرائض کو بخوبی سرانجام دینے کے لئے دیگر کاروبارِ زندگی اور خاص طور پر لذاتِ دنیوی سے قلبی علیحدگی بہت ضروری ہوتی ہے۔ اسی کو صوفیاء ترکِ دنیا کہتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو حمتہ اللہ علیہ ان اولو العزم معلمین میں سے تھے جن کے لئے بڑے ہو کر مرشدِ کامل کے مقام پر فائز ہونا ازل سے مقدر ہو چکا ہوتا ہے۔ خلقِ خدا کی ہدایت کے لئے استاد بننا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اس کے لئے اپنے اوپر کئی پابندیاں عائد کرنا پڑتی ہیں اور عام سطح سے بلند ہو کر زندگی بسر کرنا پڑتی ہے۔

آزادہ روی حصے میں اغیار کے بیدم

پابندی آئین وفا میرے لئے ہے

گھر میں فاقہ ہو یا رزق کی فراوانی ہو، اس مقام کے انسان کا ذہن ان حالات سے قطعاً اضطرار و اضطراب محسوس نہیں کرتا۔ وہ صرف ایک عظیم کار خیر پر نظر رکھتا ہے اور وہ ہے تعلیم و تبلیغ۔ اگر یہ کام درست اور مناسب طریقہ پر ہو رہا ہے تو پھر سب ٹھیک ہے تب مرد حق ہر حال میں مطمئن رہتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین<sup>ؒ</sup> بہت اونچے درجے کے مرشدِ کامل تھے، جو کسی خانقاہ میں کبھی

۱ رقم کی کتاب ”احوال و مقامات حضرت سلطان باہو حمتہ اللہ علیہ“ ص ۶۲

مقسم ہو کرنے رہے بلکہ چل پھر کر حکمت و معرفت بانٹتے پھرے۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں والد کو ملی ہوئی جا گیرے انہیں کیا حاصل ہوتا ہوگا۔ خواہ کتنی بڑی جا گیر ہو، آمدنی کے لئے وہ ہمہ وقت نگرانی اور انتظام کی مقاضی ہوتی ہے مگر یہاں صورت حال یہ تھی کہ والد فوت ہو چکے تھے۔ ایک والدہ محترمہ تھیں، سودہ بھی ذکر و فکر میں محور ہا کرتی تھیں۔ پھر آپ خود تھے کہ ساری عمر رشد و ہدایت کے سلسلہ میں پیروں اور طالبوں کی تلاش میں دور دراز کی آبادیوں میں سفر کرتے پھرے۔

گو خاصی وسیع جا گیر تھی مگر ذریعہ معاش کے بارے میں حضرت سلطان العارفینؒ بس ہمیشہ توکل اور استغناء سے ہی کام لیتے رہے: ”ہم نے بزرگوں سے سنائے ہے کہ پچاس ہزار بیگھے سے زیادہ زمین اس جا گیر میں تھی“۔ (مناقب سلطانی - ص ۱۵)

اگر اس روایت میں کچھ مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہو، تب بھی رقبہ کی وسعت تو ضرور ظاہر ہوتی ہے مگر اس کی آمدنی ہمیشہ مزار عین کے رحم و کرم پر ہی رہی ہوگی۔

حضرت سلطان العارفینؒ کا معمول تو یہ تھا کہ جب جذبہ طاری ہوا۔ گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ ”یہ امر آپ کی تصنیفات کے مطالعہ اور فصحتوں کے سننے سے واضح ہو سکتا ہے کہ آپ نے عمر بھر میں کسی دنیاوی تعلق یا شغل سے دست مبارک آلودہ نہیں فرمایا۔ ہاں صرف دو دفعہ بیل لے کر اپنے ہاتھ سے ہل چلایا اور کھیتی باڑی کی لیکن میں نے اپنے والد بزرگوار کی زبانی سنائے کہ دونوں مرتبہ ہی عشقِ الٰہی کے جذبات کے سبب آپ نے بیلوں کو بھٹے جتائے کنوئیں پر کھڑے چھوڑا اور خود تجلیات اور مکاشفات کے دیدار میں مست ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں کی سیر کونکل گئے۔ مطلب یہ کہ دونوں مرتبہ ہی کھیتی کا کام سرانجام نہ ہوا۔“

(مناقب سلطانی ص ۲۶)

” واضح رہے کہ اس مسکین نے جو کچھ اپنے بزرگوں کی زبانی سنائے اور آنحضرتؒ کی مؤلفہ کتابوں سے معلوم ہوا اور قرب و جوار کے بزرگوں کی سرگزشت سے مفہوم پایا۔ ان سے قطعی طور پر ثابت نہیں ہوا کہ آپ نے روزی کی خاطر کوئی دنیاوی شغل کیا ہو۔ صرف اسی قدر ہوا کہ آپ نے

کھیتی باڑی کے ارادہ سے صرف دودفعہ دو، دونبیل خرید کر کھیتی باڑی شروع کی لیکن ابھی فصل پکنے نہ پائی تھی کہ اسی صورت میں چھوڑ کر نکل جاتے۔ چنانچہ بیل بھی جو چاہتا، لے جاتا۔ کسی کے سپردہ کرتے اور جذباتِ الٰہی میں ادھر ادھر کی سیر کو نکل جاتے۔ آپ معہ اہل و اطفال اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے۔“

(ایضاً ص ۵۰، ۵۱)

آپ ”ایک ایسے فقیر کامل تھے جو صاحب ارشاد بزرگوں میں ”استادِ کل“ کہلاتا ہے۔ آپ ”ان تمام اقدار کے حامل تھے، جو فقر کا لازمہ ہیں۔ مثلاً عشق، عقل، علم، ترکِ دنیا (استغناً اور توکل)۔ آپ ایسے حکیم یا دانشمند تھے، جو صرف سوال اٹھانا جانتے ہوں یا صرف باتوں کی حد تک حکمت و دانش کا دعویٰ رکھتے ہوں بلکہ آپ نبیوں کے نسب اور وارث تھے۔ جو پہلے خود عمل کر کے دکھاتے ہیں اور پھر دوسروں کو اس کا سبق دیتے ہیں۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کی شخصیت ان تمام تعلیمات کا نمونہ تھی جوانہوں نے اپنی تحریروں میں بیان فرمائی ہیں۔

آپ شریعت کے پابند تھے اور سختی کے ساتھ اس پر عمل کی تائید کرتے تھے۔ آپ صاحبِ خوبزُرگ تھے، سُکر کے غلبہ میں بھی آپ کا شعور بیدار رہتا تھا۔ اسی شعور کے تحت آپ نے تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا اور درویشوں کی روحانی تربیت کی۔

### ازدواج و اولاد

مناقب سلطانی کے مصنف کے بیان کے مطابق آپ ”کی چار بیویاں تھیں اور آپ کے آٹھ بیٹے بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ حضرت سلطان نور محمدؒ

۲۔ حضرت سلطان ولی محمدؒ

۳۔ حضرت سلطان لطیف محمدؒ

۴۔ حضرت سلطان صالح محمدؒ

- ۵۔ حضرت سلطان اسحاق محمدؒ
  - ۶۔ حضرت سلطان فتح محمدؒ
  - ۷۔ حضرت سلطان شریف محمدؒ
  - ۸۔ حضرت سلطان حیات محمدؒ (جو بچپن میں ہی دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔
- (ص ۵۰)

آپؒ کی ازدواجی زندگی پر بعض کم فہم لوگوں نے اعتراضات کئے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں ایک سے زیادہ بیویاں ہونا فقر کے منافی ہے۔ دراصل ان کی طرف سے یہ شکایت فقر کے اسلامی اسلوب حیات کو نہ سمجھنے کی دلیل ہے۔ ایک مسلمان فقیر کے لئے انسان کامل، خیر البشر، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک کامل نمونہ پیش کرتی ہے۔ ہر خاص و عام کو مخاطب کر کے خالق کائنات نے فرمایا ہے کہ زندگی برکرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے کامل نمونہ ہے۔ فقیر اس نمونے کے مطابق زندگی بس کرنا اپنے لئے ایک مرتبہ عظیم خیال کرتا ہے۔ حضرت غوث العظیم شیخ عبدالقدوس جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

وَكُلْ لَهُ قَدْمٌ وَ إِنَّى

عَلَى قَدْمِ النَّبِيِّ بَدَرِ الْكَمَالِ

(اور ہروی اللہ کسی نہ کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں بے شک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہوں، جو کمال کے چاند ہیں)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرتی سطح پر بھی ایک بھرپور زندگی برکی۔ شادیاں کیں، جنگیں لڑیں، قیادت کی، خطبے دیئے، وعظ کئے اور اپنے آس پاس انسانوں کے دکھ سکھ میں شریک رہے۔ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ اپنی زندگی کے ہر مرحلے پر فقر کو اپنا فخر قرار دیتے ہیں۔

آج کے دور میں حالات و رحمات کی ایسا رخ اختیار کرنے لگے ہیں کہ تعداد ازدواج کا معاملہ کئی و جو عات کی بناء پر ایک حساس مسئلہ بن گیا ہے مگر آج سے ایک صدی پہلے یہ قطعاً کوئی شدید اہمیت نہ رکھتا تھا۔ آج بھی اگر یہ مسئلہ مردوں یا عورتوں میں سے کسی کے ذہن پر چھایا ہوا ہے تو اس سے سوائے دکھ کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکا..... اسلام نے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت اس لئے دی تھیں کہ شر اور فساد کے امکانات کو رد کیا جائے۔ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا ضروری نہیں، صرف چار بیویاں رکھنے تک اجازت دی گئی ہے۔ اگر کچھ لوگ اس اجازت کے پیش نظر اپنی بیویوں کے ساتھ خوش رہ سکتے ہیں اور انہیں خوش رکھ سکتے ہیں تو اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

حضرت سلطان العارفینؒ کے لئے تعداد ازدواج کا مسئلہ فقر کے خلاف نہ تھا۔ ان کے دور میں یہ مبغوض رویہ بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ ”مناقب سلطانی“ میں یہ اشارے موجود ہیں کہ خود آپؒ کی بیویاں آپ کے اسلوب حیات سے مطمئن تھیں اور آپؒ نے اپنے تمام لڑکوں کو ظاہری طور پر بھی تعلیم سے بے بہرہ نہیں رہنے دیا۔ (ص ۵۰)

### خلفاء کرام

ایک بزرگ شیخ کچھ طالبوں کی ایسی روحانی تربیت بھی کرتا ہے کہ وہ آگے کے کار فیض رسانی کو جاری رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ جہاں رہتے ہیں، اپنے شیخ کی روحانی برکات کے وارث و قاسم بن کر رہتے ہیں۔

گو حضرت سلطان العارفینؒ کو ان کے قول کے مطابق ایسا باصلاحیت طالب نہ مل سکا جوان کی تمام معرفت و برکت کے حصول کا ظرف رکھتا مگر اس کے باوجود آپؒ نے جو لوگ خلافت کے لئے پُنے، اپنی اپنی جگہ پر مرجع خلائق بن کر رہے اور ان کے مزارات تک شعائر اللہ بن گئے۔

حضرت سلطان العارفینؒ کے خلفاء میں حضرت سلطان نورنگ کھتران کا نام سرفہrst ہے۔ انہیں شاید حضرت سلطان العارفینؒ کی صحبت اور ہمراہی کا زیادہ موقع ملا۔ بقول فقیر نور محمد حتمام

عمر سلطان العارفینؒ کی خدمت میں رہے۔” (مخزن اسرار ص ۲۲۳)

علاقہ دامان (ڈیرہ اسماعیل خاں) کے ایک قصبه وہودہ کے رہنے والے تھے اور بلوچ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ لکر کہاں میں حضرت سلطان العارفینؒ پہاڑ کے نیلے پر معتکف رہے، تو یہ آپؐ کے ساتھ تھے۔ افسوس ہے کہ ان کے حالات زیادہ نہیں لکھے گئے۔ صاحب مناقب سلطانی نے اس قدر اضافہ کیا ہے کہ ”حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ کی وفات کے بعد حضرت سلطان نورنگ زندہ رہے اور خلقِ خدا کو بہت فیض پہنچایا۔“ (ص ۵۵) ان کی توجہ بہت موثر تھی۔ کبھی کبھی مراقبہ سے سراٹھا کر کسی کی طرف نگاہ کرتے تو اس کے اثر سے طالب اور مرید ”صاحب کشف و احوال ہو جاتے اور ذاتِ خدا کا نور ان کے سینوں میں چمکتا اور انہیں وجد اور جذبات الہی حاصل ہوتے۔“ (مناقب سلطانی ص ۵۸)

آگے ان کے خلفاء میں حضرت شاہ مراد، سلطان احمد سٹھو، سلطان نور محمد موچی بہت معروف ہوئے ہیں۔

ڈھاڑر (بلوچستان) کے ملامعائی علیہ الرحمۃ ”عرصہ دراز تک دونوں درویشوں سمیت (لامصری اور عالم شاہ) شیخ الشیوخ حضرت سلطان العارفینؒ کے حضور میں حاضر خدمت رہے۔ مدت بعد پورا پورا فیض حاصل کر کے ان دونوں درویشوں سمیت رخصت حاصل کی۔“ (مناقب سلطانی ص ۶۵)

موضع گھونکی (زد روہڑی) کے سید محسن شاہ علیہ الرحمۃ کی فیض یابی کا واقعہ اور ان کی خلافت کا حال فقیر نور محمدؒ اور صاحب مناقب سلطانی دونوں نے تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ بھی تھی کہ ان کے واقعات میں کہانی کا تسلسل پایا جاتا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ سادات کا یہ بچہ ایام طلفی میں ہی یتیم ہو گیا اور والدہ نہایت عسرت کی حالت میں پرورش کرنے لگی۔ ایک بار اپنے گاؤں سے حضرت سلطان العارفینؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہونے والے ایک شخص سے آپؐ کے صاحب فیض اور مستجاب الدعوات ہونے کا شہرہ سناتا تو دوسری بار اپنے بچے کو

بھی حاضری کے لئے اس کے ساتھ بھیج دیا اور عرض کرنے کے لئے کہا کہ دینی اور دنیاوی دونوں طرح اس پچ کو فیض پہنچائیے۔ سلطان العارفین ”ویسے بھی سادات کا احترام کرتے تھے۔ آپ نے بڑی شفقت فرمائی اور پہلے ظاہری علم حاصل کرنے کی نصیحت فرمائی۔ چنانچہ انہوں نے اس نصیحت پر عمل کیا۔ جب علم ظاہری میں فارغ التحصیل ہو چکے تو پھر حاضر خدمت ہوئے۔ اب کے جو پہنچ ”تو آنحضرت قدس سرہ نے ان کی دل زمین پر انگشت شہادت سے اسم اللذات لکھ کر توجہ فرمائی۔ جس سے محسن شاہ صاحب ” کے قلب اور قلب ہر دو روشن اور منور ہو گئے اور عارف روشن ضمیر اور زندہ دل ہو گئے اور آپ کا ظاہر اور باطن اسم اللذات سے معمور ہو گیا۔ حضور کی ذاتی توجہ اور نوری التفات نے سید محسن شاہ ” کو ہر دو دینی و دنیوی، صوری و معنوی اور ظاہری و باطنی طور پر وہ کمال بخشنا کہ آپ تھوڑے دنوں میں کامل سالک اور مر جمع خلائق بن گئے۔“

(مخزن اسرار ص ۲۵۸)

صاحب ”مناقب سلطانی“ نے ذرا مختلف طور پر دوسری بار حاضری کا واقعہ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت محسن شاہ ”ابھی راستے میں تھے کہ حضرت سلطان العارفین ” کا وصال ہو گیا مگر ان کے پہنچنے پر حضرت ” کی وصیت کے مطابق اس ذات کا ایک نقش جو آپ نے مٹی پر ہی لکھ دیا تھا، ان کے سامنے کر دیا، جس سے ان پر کیفیت طاری ہو گئی۔ ”آپ دیکھتے ہی بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور صاحبزادوں نے بدستور اس نقش کو ڈھانپ دیا۔ کہتے ہیں کہ سید محسن شاہ تین دن رات بے ہوش اور مست پڑے رہے، بعد ازاں ہوش میں آئے اور دوسری مرتبہ اسم اللذات کے نقش کو دیکھا تو پھر مست ہو گئے۔ دو دن رات کے بعد ہوش میں آئے، تیسرا مرتبہ جب دیکھا تو ایک دن رات پھر مست رہے۔ جب چوتھی مرتبہ دیکھا تو مستی غالب نہ آسکی۔ یعنی نعمت نے دل میں قرار پکڑ لیا۔“ (ص ۶۹)

سید محسن شاہ گھونکی میں ہی قیام پذیر رہے اور ” کہتے ہیں کہ سید محسن شاہ نے سندھ میں ایک لاکھ آدمیوں کو ارشاد اور تلقین فرمائی۔“ (ص ۷۰)

اپنے مرشد کا اتنا احترام ملحوظ خاطر تھا کہ اگر چنان دلیں کا کوئی آدمی ادھر جائیکتا تو ”اسی وقت اٹھ کھڑے ہوتے اور خدمت کے تمام کام خود دست مبارک سے سرانجام فرماتے۔“

حضرت سلطان العارفینؒ کی وفات کے بعد آپ خانقاہ مقدس کی زیارت کو آتے رہے۔ جب تک آپؒ زندہ رہے، علاقہ میں لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ اس طرح سرانجام دیا کہ دور دور تک بدعات کا سد باب ہو گیا اور علاقہ میں امن قائم رہا۔ آپؒ کے بعد آپؒ کے خلفاء نے کام کو جاری رکھا۔

حضرت سید محسن شاہؒ کے خلفاء میں انب (وادیِ سون سکیسر) کے حضرت سلطان ابراہیمؒ بھی تھے جو مدت تک ان کی خدمت میں رہے۔ کچھ عرصہ دائرة دین پناہ میں قیام کیا۔ پھر انب چلے آئے اور یہیں ان کا مزار مبارک ہے۔

اس کے علاوہ بے شمار مجاورین اور صوفیاء ہیں جنہوں نے حضرت سلطان العارفینؒ کے بعد آپؒ کے مزار مبارک سے یا آپؒ کے سجادہ نشینوں سے فیض حاصل کیا اور بالآخر خود فیض رسائی بن گئے۔

حضرت سلطان العارفینؒ کو گود بلی جانے کا واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے مگر تلقین اور رشد و ہدایت کے لئے آپؒ نے زیادہ تر سفر وادیِ سون سکیسر، ملتان، ڈیرہ غازی خاں، ڈیرہ اسماعیل خاں، سندھ اور بلوچستان کے علاقوں کی طرف کئے اور آپؒ کے اکثر خلفاء انہی علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔

ایک خاص بات یہ ہے کہ آپؒ ان مقامات پر ہرگز نہیں رہے جو تعلیم و تدریس یا تہذیب و ثقافت کے معروف مراکز تھے۔ آپؒ کی ملاقات اپنے دور کے کسی قابل ذکر صاحب تصنیف سے بھی نہیں رہی، جو آپؒ کا ذکر کسی تذکرہ یا مجموعہ ملفوظات میں کرتا۔ آپؒ دیہات کے سید ہے سادھے لوگوں میں ذکر کی تلقین کرتے اور اسم اللہ ذات ان کے دلوں پر نقش کرتے پھرے اور انہی لوگوں نے پھر حضرت سلطان باہوؒ کے فیض کو عام کرنے میں نہایت جانکاری اور

استقامت سے کام کیا۔ یہ استعداد بھی ان میں حضرت سلطان صاحبؒ کی ہی پیدا کردہ تھی۔

### تصنیفات و تالیفات

حضرت سلطان العارفینؒ نے تصوف و سلوک کے موضوع پر کئی کتابیں لکھیں اور کئی رسائل تصنیف فرمائے اکثر رسائل تو مکالمات معلوم ہوتے ہیں جو آپ کے درویشوں نے قلمبند کر لئے اور آپ نے ان کی توثیق فرمائی۔ یہ بھی ہوا کہ خود آپ نے سلوک میں ان کی رہنمائی کے لئے رسائل لکھ کر ان کے حوالے کئے۔

حضرت سلطان باہوؒ کے بارے میں آج کے بعض دانشوروں کی رسائی علم صرف ان کے ابیات تک معلوم ہوتی ہے، اس لئے وہ سلطان العارفینؒ کے مقام کو سمجھنہیں سکے۔ آپ کی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے آپ کی تمام تصنیفات کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ آپؒ نے اپنی اکثر کتابوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ الہامی ہیں اور فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی درویش اخلاص کے ساتھ ان کتابوں کا مطالعہ کرے گا وہ ظاہری مرشدی سے بے نیاز ہو جائے گا۔

اس وقت ان کتب کے تراجم کتب فروشوں کے ہاں دستیاب ہیں۔ اگرچہ یہ ترجمے معیاری نہیں تاہم ان کتب کی تاثیر میں کوئی فرق نہیں آیا۔ الہامی صحف کا خاصہ ہوتا ہے کہ ترجمے میں بھی قوت قدیمہ کے شرارے موجود رہتے ہیں جو دلوں کو گرمادیتے ہیں۔

اگرچہ پہلے پہل حضرت سلطان العارفینؒ کی کتب مشکل معلوم ہوتی ہیں مگر قاری صبر سے کام لے تو وہ آہستہ آہستہ ان کے اسلوب سے منوس ہوتا جاتا ہے اور بالآخر اس میں سلطان صاحبؒ کی بات سمجھنے کی الہیت پیدا ہو جاتی ہے اور انوار دل میں اترنے لگتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ آپ نے تقریباً ایک سو چالیس رسائل و کتب لکھیں مگر ان میں سے بیشتر ضائع ہو گئیں۔ مندرجہ ذیل کتب تراجم کی صورت میں موجود ہیں اور ان کے فارسی قلمی نسخ بھی بعض عقیدت مندوں کی تحویل میں ہیں جنہیں شروع سے ہی خوش نویں کاتب نقل کرتے اور مریدوں درویشوں میں تقسیم کرتے چلے آئے ہیں۔ بہت سے نسخ ملانے سے

معلوم ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر کچھ الفاظ تبدیل ہو گئے یا جملے غلط نقل ہوئے۔ آج اگر کوئی صاحب علم ان رسائل و کتب کا ترجمہ کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ پہلے ان کے متن پر تحقیق کرے اور پھر ترجمہ کرے ورنہ اس کی محنت کچھ زیادہ سودمند نہ ہوگی کیونکہ ایسے دیسے تراجم تو پہلے سے موجود ہی ہیں۔

مندرجہ ذیل کتب و رسائل کے ترجمہ مل سکتے ہیں:

|                    |                     |                           |
|--------------------|---------------------|---------------------------|
| اسرار قادری        | امیر الکونین        | ابیات سلطان باہو (پنجابی) |
| تغیرہ برهنہ        | توفیق الہدایت       | اورنگ شاہی                |
| رسالہ روحی         | دیوان باہو (فارسی)  | جامع الاسرار              |
| محک الفقراء (خورد) | عقل بیدار           | شمس العارفین              |
| قرب دیدار          | فضل اللقاء          | عین الفقر                 |
| کلید جنت           | کلید التوحید (کلاں) | کلید التوحید (خورد)       |
| محبت الاسرار       | مجالسة النبی        | گنج الاسرار               |
| مفتاح العارفین     | محکم الفقراء        | محک الفقر (کلاں)          |
|                    | نور الہدی (کلاں)    | نور الہدی (خورد)          |

### وفات: مزار

تمام عمر کی فیض رسانی کے بعد جمعہ کی رات تین پھر گزرنے کے بعد اول جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ کو مقام شورکوٹ وصال فرمایا۔

”آپ کا جنازہ ملتان کے پر گنوں میں سے پر گنہ شورکوٹ کے متعلق موضع قہرگاں کے ایک قلعہ میں، جو پہلی اینٹوں کا بننا ہوا تھا، دفن کیا گیا۔“ (مناقب سلطانی ص ۱۳۶) یہ مزار عام قبروں کی طرح مٹی کا بننا ہوا تھا۔ جس پر کوئی روضہ یا عمارت نہ تھی۔

ستتر (۷۷) سال آپ کا مزار اس قلعہ قہرگاں میں رہا۔ حتیٰ کہ سکھا شاہی کے دور میں

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ کی اولاد یہاں سے ہجرت کر گئی۔ تب ایسا ہوا کہ ”اتفاقاً قادر یا قلعے تک آپ ہنچا اور اسے گردیا۔ پھر قبروں تک جا پہنچا۔ فقیروں اور خلیفوں نے باقی مزاروں کو نکال کر صندوقوں میں رکھ لیا اور حضرت سلطان العارفینؒ کا مقبرہ بدستور رہا، آپ کا صندوق نہ مل سکا۔ فقیر اور خلیفے نا امید ہو کر رونے لگ کہ یا شیخ، حضور کے جسم مبارک کا صندوق نہیں ملتا اور دریا قریب آ رہا ہے اس صورت میں حضور کی اولاد یہاں تی ہو جائے گی اور فقیر پر اگنڈہ اور پریشان ہو جائیں گے۔

”پس فقیروں اور خلیفوں کو حضور سے ارشاد ہوا کہ ہم ضرور باہر نکلیں گے مگر جو شخص ہمارے جسم کو چھوٹے کے لائق اور قابل ہو گا وہ کل صحیح سوریے سورج نکلنے کے قریب یہاں آئے گا۔ وہ ہمارا صندوق نکالے گا اور دریا غلبہ نہیں کرے گا۔ درویشوں کو اس اشارے سے تسلی ہوئی اور حکمت غیبی کے ظہور کا انتظار کرنے لگے۔ جب مقررہ وقت آیا تو ایک سبز پوش بر قعدہ دار شخص ظاہر ہوا۔ اس نے چہرے پر سے نقام نہ اٹھائی اور آتے ہی بلا تامل اسی مٹی میں سے، جو فقیروں اور خلیفوں نے کھو دکھا رکھی تھی، حضرت سلطان العارفینؒ کا صندوق باہر نکالا۔ ہزار ہالوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے زیارت کی۔ دیکھا تو حضرت قدس سرہ بدستور سوئے ہوئے تھے اور ریش مبارک سے غسل کے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جب صندوق کھولا گیا تو میلیوں تک خوشبو پھیل گئی۔

اکثر حاضرین کو جذبہ اور وجہ ہو گیا۔“ (مناقب سلطانی ص ۱۵)

ایک جگہ جہاں پیپل کا کنوں تھا اور جگہ ویران پڑی تھی، اس جگہ آپ کا مزار مبارک منتقل کیا گیا۔ کہتے ہیں، القاء کی صورت میں خلفاء اور مجاہدین کو ایسا کرنے کا امر ہوا۔

مولوی محمد دین گجراتی نے رسالہ میں لکھا ہے ”..... لیکن دفن کرنے کے وقت حاضرین کو سخت تر دہوا تھا کہ کس جگہ پر صندوق مبارک دفن کیا جاوے کیونکہ جانب غرب دریا کی کل جنگل چراگاہ مویشیوں کا تھا مگر اس میں ایک میدان دوسو گز مریخ پر واڑ کا نٹوں کی باندھی ہوئی تھی اور جھاڑو کے میدان مذکور صاف کیا ہوا تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ جھاڑو مال مویشی چرانے والوں نے کیا ہے۔ ان سے جو لوگوں نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ عرصہ دو ماہ سے یہ حال ہے کہ

لهم انت السلام السلام السلام  
لهم انت السلام السلام السلام  
لهم انت السلام السلام السلام

بمشورہ حضرت حاجی نور احمد صاحب سجادہ نشین دربار شریف سے ایک میل کے فاصلہ پر غربی و شمالی گوشہ پر محل شریف بنانے کی تجویز مقرر ہوئی اور چھ مہینہ کے عرصہ میں وہاں پر محل شریف، مسجد شریف اور حجرات بنائے کر صندوق مبارک کو لے جا کر بروز جمعہ دن کیا جواب وہ مر جع خلائق خاص و عام ہے۔“ (ص ۳۸، ۳۹، ۴۱)

موجودہ جگہ خاص طور پر شاید اس لئے بھی منتخب کی گئی کہ دریا سے دور تھی اور نسبتاً اوپر تھی۔ نو شہرہ (وادی سون سکیسر) کے حافظ غلام محمد صاحب کے والد نور محمد مرحوم ان معماروں میں سے تھے جنہوں نے ابتدائی طور پر ان قبور کو بنانے میں حصہ لیا۔ اپنے والد مرحوم سے حافظ صاحب روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلطان العارفینؒ کا صندوق زمین کے اوپر رکھ دیا گیا اور اس کے گرد دیوار اٹھائی گئی۔ اسی وجہ سے روضہ کے اندر آپ کی مبارک قبر خاصی اوپر اٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہے بلکہ کہتے ہیں اب تو یہ کم اوپر تھی ہے کہ روضہ کی تعمیر نو میں اردو گرد بھرائی کر دی گئی، پہلے زیادہ بلند تھی۔ آپ کی قبر کے دونوں طرف تین صندوقوں کو دائیں اور تین صندوقوں کو بائیں رکھ کر آپ کی اولاد کے بزرگوں کی قبریں بنادی گئیں جو روضہ کے اندر موجود ہیں۔

روضہ مبارک کی تکمیل اور تزئین و آرائش کا کام اگلے سجادہ نشین حضرت حاجی محمد امیر سلطان کے دور میں سرانجام پایا۔ روضہ کی تعمیر اور نفاست و آرائشی سجادہ نشین موصوف کے حسن ذوق کی آئینہ دار ہے۔

### ثربت باہو

یوں توصیفاء کرام کی تعلیمات میں یہ امر مسلمہ ہے کہ ایک مرشدِ کامل اور صاحبِ فیض کی قبر سے اس کا فیض ہمیشہ جاری رہتا ہے کیونکہ اس کی قبر پر فرشتے موجود رہتے ہیں اور اس کے مزار کے گرد اہل صفائحی ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔ نیز حاضری دینے والوں کی دعا و عبادت سے مزار کے آس پاس کی فضا ایک پراسرار تقدس سے معمور ہوتی ہے۔ جن لوگوں کی باطن کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں وہ اور سے مزار پر نور برستا ہوا بھی دیکھتے ہیں جو انہیں کبھی کبھار ایک ستون یا مینار کی

طرح قبر کے اوپر نظر آتا ہے۔ ان اسباب کی بناء پر ایک ایسا ماحول تشکیل پاتا ہے کہ مزار کے اندر داخل ہونے والے زائر کے قلب میں صاحب فیض کی روحانی تاثیر روشنی و گرمی پیدا کر دیتی ہے اور اگر کوئی اپنے دل کو خالص کر کے گیا ہو یعنی دل کی صحیح و سلیم حالت کے ساتھ حاضر ہوا ہو تو وہ اس تاثیر کو اس طرح محسوس کرتا ہے کہ اس کا ایمان و عقیدہ حق الیقین کے مرتبے تک پہنچ جاتا ہے۔

اس حقیقت کے باوجود کسی ولی کے لئے اپنی زندگی میں دعویٰ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کہ وہ قبر میں رہ کر بھی بدستور خلق خدا کو اس طرح فیض پہنچاتا رہے گا کہ ظاہری مرشدی کی ضرورت نہ رہے گی۔ یہ دعویٰ کوئی حضرت سلطان باہو جیسا عظیم المرتبت فقیر ہی کر سکتا ہے اور آپ نے یہ لکھا ہے کہ اگر کسی کو مرشد نہ ملے تو وہ فقیر باہوؒ کی قبر پر حاضری دے انشاء اللہ اپنا مقصد پانے کا۔

گا۔

ملک کے اندر اور باہر عوام و خواص میں بے شمار لوگ مل جائیں گے جن میں سے اکثر نے حضرت سلطان باہوؒ کا نام تک نہ سنا تھا مگر بذریعہ خواب و کشف انہیں حاضری دینے کی ہدایت کی گئی اور حاضر ہونے پر مشکل حل ہو گئی۔

مزار مبارک سے فیض پانے کی صرف ایک شرط ہے کہ حاضر ہونے والا شخص اخلاص اور محبت کے جذبات کے ساتھ حاضری دے۔ کوئی خود بین، خود پسند یا اپنے کسی سلسلہ طریقت سے شدید حد تک وابستہ اور دوسرے طریقوں سے عصیت رکھنے والا مرید یا تصوف و سلوک کے بارے میں بعد عقیدگی رکھنے والا شخص کہیں سے بھی کچھ فیض نہیں پاسکتا۔ إِلَّا مَا شاء اللَّهُ!

تر بت با ہو چوں کوہ طور داں

موسیا! برخیز نورے شد عیاں!

ہو برآید دمدم از خاک او

ہو کند ہو ہو کند خاشاک او

(فقیر نور محمد)

(حضرت سلطان العارفین سلطان باہو کی تربت کو کوہ طور کی طرح سمجھو۔ اے موسوی مشرب، اُٹھ! تربت باہو سے نور ظاہر ہو گیا۔ آپ کے مزار کی خاک سے ہر وقت ہو کی آواز آ رہی ہے۔ وہاں کی مٹی تک ہو، ہو کر رہی ہے یعنی ذکر میں مشغول ہے)

### حضرات سجادہ نشین

حضرات سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے اب تک مرکزی درگاہ کے سجادہ نشین چلے آرہے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین کے جو ہر فقر کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ اب تک حلقہ صوفیاء و فقراء میں یہ سب اہل صفائے کے لئے مثال اور نمونہ بن کر رہے ہیں۔ ان سب حضراتِ گرامی نے (اللہ تعالیٰ ان کے درجات اپنے قرب میں بلند تر فرمائے) سلطان صاحبؒ کی تعلیمات کی اشاعت کے کام کو ظاہری و باطنی طور پر جاری رکھا۔

۱۔ مناقب سلطانی کی روایت کے مطابق حضرت سلطان العارفین کے پہلے سجادہ نشین حضرت شیخ سلطان ولی محمدؒ تھے (اگرچہ حضرت سلطان العارفین کے بڑے فرزند حضرت سلطان نور محمد تھے۔ مگر وہ خود کسی اور علاقہ میں چلے گئے تھے اور خود اپنے بھائی حضرت سلطان ولی محمدؒ کو سجادہ نشین بنانے کے تھے)

حضرت سلطان العارفین نے انہیں ولی اور دیگر مقامات پر بھیجا جہاں انہوں نے ”علوم دینی اور فین کتابت“ میں مہارت حاصل کی۔ خود والد ماجد حضرت سلطان العارفین سے روحانی تربیت پائی تھی اور والد مکرمؒ کی طرح، سُکر کی حالت میں سیر و سیاحت“ کے لئے نکل جایا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے، آپ کا رُخ بھی سرائیکی علاقہ جات کی طرف ہوتا تھا۔ ایسے ہی ایک سفر میں ڈیرہ غازی خاں کے ایک گاؤں مرڈ میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔

۲۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت محمد حسینؒ علیہ السلام میں سجادہ نشین ہوئے۔

نادر شاہی قتل و غارت اور عام بندی کے ماحول سے ہجرت کر کے آپ لیہ (ڈیرہ غازی خان) کے علاقے میں چلے گئے تھے اور وہاں کے ایک گاؤں نو شہرہ سیداں میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ وہیں وفات پائی اور دفن ہوئے۔

کچھ مدت بعد جب امن و چین کی صورت پیدا ہوئی تو آپ کے صاحزادے سجادہ نشین حضرت حافظ سلطان محمد رحمۃ اللہ علیہ آپ کا تابوت نو شہرہ سے لے آئے اور حضرت سلطان العارفین ”کے مقبرے میں دفن کیا۔

۳۔ حضرت حافظ سلطان محمدؒ ۱۲۰۰ھ میں جانشین ہوئے۔

حضرت سلطان حامد صاحب نے تفصیل سے ان کے حالات لکھے ہیں۔ ”فیض عام تھا اور قوی تاثیر رکھتے تھے۔ آپ کے مہمان خانہ اور لنگر کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے رہتے تھے۔ آپ نے آبادی سے باہر ایک تکیہ مقرر کر کھا تھا جہاں مہماںوں کی تمام ضروریات مہیا رکھی جاتی تھیں۔ نیک، عالم اور شریف آدمیوں کو اپنے خاص ڈیرے پر پھرانتے۔“ (ص ۲۱۹)

سلطان حامد مصنف ”مناقب سلطانی“ ان کے پوتے تھے۔ اس لئے اپنے والد سے اپنے جداً مجد کے بارے میں بہت کچھ سنتے رہتے تھے چنانچہ ان کے معمولات کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ”ہمارے جد بزرگوار (حضرت حافظ سلطان محمدؒ) رات کے وقت اکیلے جنگل میں یادِ الہی کیا کرتے اور صبح خانقاہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ پھر خانقاہ کے باہر روضہ منورہ کی دیواروں سے تکیہ لگا کر فیض رسانی کے سجادہ پر بیٹھتے۔ جلالی حق کی ہبیت کے سبب، جو آپ کی پیشانی میں تھا، درویش اور فقیر اپنے حجروں میں چلے جاتے اور آپ ایک ایک کو اپنے حضور میں بلوا کر ان پر نوازش فرماتے اور ان کی ضروریات پر غور فرماتے۔ مسکینوں اور فقیروں پر اس قدر رحم فرماتے کہ دعا کا دستِ مبارک ہر ایک کے سر پر پھیرتے..... پھر جونئے زیارت کرنے والے آتے اس کی جگہ مشرف ہوتے اور اپنی ضرورتیں اور حاجتیں عرض کرتے اور سنتے۔“ ساتھ ساتھ کھیتی باڑی کی نگرانی بھی جاری رہتی تھی۔ ”دست در کار، دل بایار، پر عمل تھا۔“ بائیں (۲۲) سال

تک سجادہ نشین رہے۔

۳۔ چوتھے سجادہ نشین حضرت غلام باہور حمتہ اللہ علیہ تھے۔ جن دنوں سکھوں کے فساد کے دوران میں آپ کا خاندان خیر پور ٹانوں میں قیام پذیر تھا۔ آپ وہاں کے ایک گاؤں کونڈ میں ۱۹۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ پہلے آپ کا نام قطب الدین رکھا گیا مگر بعد ازاں آپ غلام باہو کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ ابھی طفیل شیرخوار تھے کہ حضرت خواجہ محبم دین سہرا نی آپ کے والد مکرم سے ملنے آئے۔ انہوں نے آپ کو ہاتھوں میں لیا اور فرمایا: ”یہ رُکانیک اور کامیاب ہوگا، اور اس کی عمر بہت زیادہ ہوگی۔“

آپ مصنف ”مناقب سلطانی“ حضرت سلطان حامدؒ کے والد ماجد تھے۔ اس لئے موصوف نے آپ کے حالات و مناقب نہایت تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔

آپ کا عہد بر صیر میں مرکزی حکومت کے دورِ زوال سے متعلق ہے۔ ہر طرف فتنہ و فساد تھا اور دہقانوں نے راہرنی اور چوری کا وظیرہ اختیار کر لیا تھا۔ مگر ان حالات میں بھی آپ لوگوں کی مشکلیں دور کرنے کے لئے حکام کے ہاں جاتے رہے اور چوروں، ڈاکوؤں کی لوٹ مار کا سدِ باب کرتے رہے۔

اکثر آپ ملتان میں تشریف فرماتے تھے۔ اسی لئے زیادہ تر وہیں کے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے اور انہی میں سے کئی خلافت کے مستحق ٹھہرے۔

اپنے جدا مجدد حضرت سلطان العارفینؒ کی طرح آپ کو بھی ظاہری علم چندالا نہ تھا۔ مگر علم باطن میں آپ کامل و اکمل تھے۔ آپ جو کام کرتے، رضاۓ خدا کے حصول کے پیش نظر کرتے تھے۔ عبادت اور ذکر و فکر میں نہایت درجہ استقامت رکھتے تھے۔ عند اللہ مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کی توجہ غایت درجہ تاثیر رکھتی اور دلوں کو پکھلا دیتی تھی۔ اللہ نے اپنے جدا مجددؒ کی طرح آپ کو تحریر و تصرف کی بے پایاں قوت بخشی تھی۔ آپ کے ان خصائص کی بناء پر آپ کو ”باہو شانی“

کہا جاتا ہے۔

تقریباً ۸۲ سال کی عمر میں وصال ہوا۔

حضرت سلطان حامدؒ نے آپ کے خلفاء کے حالات بھی قلمبند کئے ہیں۔ ان میں سے ایک حافظ خیر محمد بھی تھے جو انگلہ علاقہ سون سکیسر کے رہنے والے تھے۔

ایک فقیر حضرت شیر شاہ بھی وادیٰ سون سکیسر سے چاکر آپ سے بیعت ہوئے۔ ان کو حضرت سلطان العارفینؒ کی درگاہ سے خاص تعلق و رابطہ تھا۔ ہر قسم کی ہدایت وہاں سے ملتی تھی۔

حضرت سلطان صاحبزادہ سلطان حامد مصنف مناقب سلطانی نے ان کی کئی کرامات بیان کی ہیں۔

عمر کے آخری سات سال صاحبزادہ صاحب موصوف کی درخواست پر درگاہ شریف پر برس کئے۔ مگر گرمیوں میں وادیٰ سون سکیسر میں چلے آتے تھے جہاں موسم نبتاً معتدل رہتا ہے۔ سردیوں میں پھر درگاہ پر چلے جاتے تھے۔ درگاہ شریف پر ہی وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

۵۔ حضرت غلام باہور حمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت سلطان حافظ صالح محمد

سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت سلطان حامدؒ کے بڑے بھائی تھے۔ انہوں نے ان کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

”آپ بے حرص، بے ہوا اور بے طمع ہیں۔ اگرچہ ظاہر میں صاحب اسباب و تسخیرات ہیں لیکن درحقیقت سب کچھ را خدا میں دے دیتے ہیں۔ صوفی باصفا ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے موحد اور صاحب شرع و درع ہیں۔ طریقت کے تمام رستے طے کئے ہوئے ہیں۔ حقیقوں کے محقق ہیں۔ معارف کے عارف ہیں۔ معنوی رمز کے نکتہ دان ہی۔ علم لذتی کے عالم، حافظ قرآن اور فضیح البيان ہیں۔ صاحب جمال اور صاحب قوت روحانی ہیں۔ فیض رسانی کے مند نشین ہیں۔ جو کچھ آپ کے فیض منزل دل میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔“ (ص ۲۳۰)

آپ کے بڑے صاحبزادے سلطان نور محمدؒ تھے جو اہل اللہ میں سے تھے مگر انہوں نے ۳۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اگر زندہ رہتے تو وہ سجادہ نشین ہوتے۔

۶۔ دوسرے صاحبزادے حضرت حاجی سلطان نور احمد رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ اوائل عمر میں اپنے بھائی حضرت سلطان نور محمدؒ کے ساتھ حج کیا تھا۔

آپ سون سکیسر بھی تشریف لائے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آج گاؤں اچھالی میں جہاں بنگلہ موجود ہے وہاں آپ خیمہ لگا کر گرمیوں کے دنوں میں قیام پذیر ہے تھے۔

۷۔ حضرت سلطان نور احمدؒ کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت حاجی محمد امیر سلطان رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین ہوئے۔ (۱۹۳۱ء میں آپ نے وفات پائی)

آپ شاعر بھی تھے اور قادری طریق میں حضرت سید ابراہیم آفندی بغدادیؒ سے بیعت تھے۔ ان کی شان میں کچھ اشعار بھی آپ نے لکھے ہیں۔

انہی کے زمانے میں حضرت سلطان العارفینؒ کے روضہ کی تزئین و تکمیل ہوئی۔ لاہور کے ایک ناشر نے جب حضرت سلطان العارفینؒ کی کتب کے تراجم کی اجازت چاہی تو محض اللہ کے لئے اپنے جدِ امجد کے فیض کو عام کرنے کی خاطر اسے اجازت مرحمت فرمائی۔ سون سکیسر بھی آپ تشریف لائے اور اوچھالی کا بنگلہ آپ نے ہی بنوایا تھا۔

آپ کے چار صاحبزادگان تھے (۱) حضرت جبیب سلطانؒ (۲) حضرت سلطان نور حسنؒ (۳) حضرت فیض سلطان اور (۴) حضرت سلطان غلام جیلانی دامت برکاتہ۔

آپ نے مرکزی گدی کا سجادہ نشین تو حضرت جبیب سلطان کو نامزد کیا اور شور کوٹ (مزار والدین حضرت سلطان العارفینؒ) کی گدی حضرت سلطان نور حسن صاحبؒ کی تولیت میں دے دی۔ آج کل اس گدی پر حضرت سلطان نور حسنؒ کے بڑے صاحبزادے صاحبزادے سلطان عبدالجید فائز ہیں (ان کے دیگر دو صاحبزادگان حضرت صاحبزادہ سلطان حمید اور حضرت صاحبزادہ نذری سلطان سے مجھے نیاز حاصل ہیں۔ حضرت صاحبزادہ سلطان حمید مرکزی حکومت میں ایک بڑے عہدے پر فائز ہیں اور حضرت سلطان العارفینؒ سلطان باہوؒ کی تعلیمات کی اشاعت میں کوشش رہتے ہیں۔ حضرت سلطان باہوؒ کیڈمی کے نگرانِ اعلیٰ ہیں۔)

۸۔ حضرت حبیب سلطان صاحبؒ اپنے جدا مجد حضرت سلطان العارفینؒ کی مرکزی درگاہ کے سجادہ نشین ہوئے۔

بہت سے تعمیرات کے کام جو آپ کے اسلاف نے شروع کئے تھے، آپ کے زمانہ میں پایۂ تکمیل تک پہنچے۔ ۱۹۷۳ء میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ لاولد تھے۔

۹۔ اس وقت حضرت سلطان غلام جیلانی صاحب (دامت برکاتہ و فیوضہ) سجادہ نشین ہیں..... چونکہ حضرت حبیب سلطان رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نہ تھی اس لئے شورکوت میں حضرت سلطان العارفینؒ کے مزار مبارک کی گردی تو سلطان نور حسنؒ اور ان کی اولاد کے پاس رہی (جیسا کہ ذکر ہوا، آج کل صاحبزادہ سلطان عبدالجید صاحب اس گدی پر بیٹھے ہیں) تیرے بھائی صاحبزادہ فیض سلطان صاحبؒ نے سجادگی کا بوجھ اٹھانے سے معدود ری طاہر کی۔ اس لئے چوتھے بھائی حضرت سلطان غلام جیلانیؒ زیب سجادہ مرکزی درگاہ حضرت سلطان باہو ہوئے۔

آپ رسالہ روحی شریف کے عامل اور معرفت سلطانی سروری قادری کے حامل ہیں۔ نہایت کم گوہیں مگر جس پر نظر التفات فرمائیں اسے ہدایت و تلقین سے ضرور نوازتے ہیں۔ بہت کم درگاہ سے باہر جاتے ہیں مگر جہاں حضرت سلطان العارفینؒ کی تعلیمات کی اشاعت و ترویج کا معاملہ ہو وہاں ضرور پہنچتے ہیں۔

قلدر صفت، مست الست عارف فقیر ہیں۔ انہیں دیکھ کر علامہ اقبالؒ کا مصروع یاد آتا ہے جو انہوں نے مردموں کے خصالص بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

ہر دو جہاں سے غنی اُس کا دل بے نیاز

☆☆☆

نوٹ:

اب جو اس کتاب کا موجودہ ایڈیشن شائع کیا جا رہا ہے، مرکزی درگاہ حضرت سلطان

باہوگی سجادہ نشینی کی صورت حال یہ ہے کہ جناب سلطان غلام جیلانی کے انتقال (دسمبر ۲۰۰۱ء) کے بعد سجادہ نشینی کے دعویدار کورٹ میں چلے گئے۔ ابھی تک یہ مقدمہ عدالت میں زیر سماحت ہے۔ اس اثناء میں گورنمنٹ کی ایک مقرر کردہ کمیٹی درگاہ کے انتظامی فرائض سرانجام دے رہی ہے۔

سید احمد سعید ہمدانی

## تعلیمات

### فقر

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات کے لئے تصوف کی بجائے فقر کا لفظ بطور عنوان منتخب کیا۔

انہوں نے اپنی تعلیمات کے عامل کے لئے صوفی کی بجائے فقیر نام کو ترجیح دی۔ دراصل گوفرقہ تصوف کی تعلیم کا ہی خلاصہ ہے مگر جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ کا کچھ جدا ہوتا ہے اسی طرح فقر اور تصوف کا کچھ رائیک ہوتے ہوئے بھی متیز اور جدا جدا ہے۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ تصوف کے ساتھ خلوت ہے پیار، اندرون خانقاہ کے مشاغل میں انہماں اور سہل پسندی کے معنی وابستہ ہو گئے۔ اس کے بر عکس فقر میں ٹھوس عملی اقدام کی جانب شدید رجحان کے معنی نمایاں ہوئے۔ خانقاہی نظام میں ماہ و سال کی گزروں کے بعد صوفی کے عمل میں اتنی لچک پیدا ہو گئی تھی کہ کفر و اسلام اور حق و باطل کے درمیان کی لکیر مٹتی نظر آنے لگی تھی۔ تب خود صوفیاء حضرات نے اپنے لئے صوفی نام کو چھوڑ کر ”فقیر“ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس صدی کے حکیم شاعر اقبال نے بھی صوفی کے ذکرِ نیم شہی، مراقبوں اور سرور کو بے مقصد دیکھا مگر فقیر کے بارے میں کہا کہ:

فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی

سلطان العارفین ”بھی ساری عمر خانقاہوں میں گھوئے تھے اور اپنے وقت کے صوفیوں

سے ان کے مجردوں میں ملا قی ہوئے تھے مگر جب انہیں "حکم ارشادِ خلق"، ملاتو انہوں نے تصوف کی اصطلاح استعمال نہیں بلکہ فقر کو پسند کیا اور اسی کے داعی بنتے۔

فقیر نہ صرف ظاہری و باطنی اقدار کا امین اور وارث ہوتا ہے بلکہ اس کی تخلیق اور عملی قوتیں اس قدر فعال ہوتی ہیں کہ اقدار کی دریافت اس کے لئے ایک معمول کی بات ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اس کی آزادہ روی اور آزاد خیالی دین اور روحی پیغمبر کے دائرے کے اندر رہتی ہے۔

حضرت سلطان العارفینؒ کی تمام تعلیمات کا موضوع فقر ہے اور فقر ایک ایسا اسلوب حیات ہے جو اسلامی تعلیمات کے مغز کو سامنے رکھتے ہوئے، قول و فعل و عمل سے اس کی ظاہری و باطنی اقدار کی پاسداری کرنے سے تشکیل پاتا ہے۔

مغرب سے کچھ کتابیں تصوف کے موضوع پر لکھی ہوئی ہمارے ملک میں پہنچی ہیں اور جنہوں نے اس پر لکھا ہے، وہ یقیناً تصوف کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں کیونکہ انہوں نے کچھ عرصہ تک روایتی خانقاہوں میں بھی تربیت پائی ہے مگر انہوں نے تصوف کو تمام مذاہب میں مشترک خصوصیات کا حامل قرار دیا ہے، لیکن شاید یہ ان کی مجبوری ہے۔ چونکہ وہ اہل مغرب کو مخاطب کر کے بات کرتے ہیں اس لئے انہوں نے اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کی، کیونکہ اس سے آگے بڑھیں تو پھر تمیز اور فرق سے کام لینا پڑتا ہے۔ آگے فقر کا دائرہ شروع ہوتا ہے اور یہ دائرہ اسی بلند تر اسلامی اسلوب حیات کا ہے جس کے مبلغ و معلم وداعی حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

فقر پر جب بات ہوتی ہے تو پھر تنخاطب عوام الناس سے نہیں ہوتا بلکہ وہ لوگ گفتگو میں شامل کئے جاتے ہیں جو عزم و ہمت اور حوصلہ و جرأت کی خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں، جن کا ظرف و سلیعہ ہوتا ہے اور جو اپنے مقصد حیات کو عملی طور پر پالینے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ ایک عام مسلمان جیسے بری بھلی زندگی بسر کرتا ہے وہ سب کو معلوم ہے مگر فقر کے

کوچہ میں قدم رکھنے والے تو اہلِ عزیمت ہوتے ہیں۔ وہ رسول سے بڑھ کر قدم آگے رکھتے ہیں اور اس کی تمام شرائط کی پابندی کرتے ہیں۔

### طلب صادق

حضرت سلطان العارفین سلطان باہر حستہ اللہ علیہ کی نظر میں فقر کے کوچہ میں قدم رکھنے کے لئے طلب صادق شرط اولین ہے۔ ایک عام مسلمان سے اگر ادامر و نواہی کی پابندی میں کچھ کوتا ہی بھی ہو جائے تو اسے چند اس نقسان نہیں ہوتا، لیکن فقر میں تو چونکہ معاملہ عہد و عزیمت کا ہے، اگر یہاں پاؤں ڈگمگانے لگیں اور دل ڈانوال ڈول ہونے لگے تو فائدہ کی بجائے ضرر کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

فقیر چونکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے ذریعے اعلیٰ مقامات حاصل کرنے کا متنی ہوتا ہے اس لئے اسے شروع سے ہی پختہ عزم کرنا پڑتا ہے کہ اس راہ میں مجاہدہ و ریاضت کی سختی سے گھبرائے گا اور نہ ہی زہد و عبادت میں کوئی کمی پیدا ہونے دے گا۔

اللہ تعالیٰ ہر شخص سے اس کے ظاہری و باطنی منصب و مقام کی رعایت سے معاملہ کرتا ہے، چنانچہ فقیر کے ساتھ اللہ کا معاملہ خاص ہوتا ہے۔ فقیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کا وارث بننے کا خواہاں ہوتا ہے۔ وہ ان مواجهہ و کیفیات سے بہرہ ور ہونا چاہتا ہے جو اتباع و محبت رسول ﷺ کے ثرات کے طور پر امت کے فقراء کے لئے مقدر ہیں۔ یہ کوئی معمولی انعام نہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس کے لئے شدت طلب کس حد تک ہے۔

مقام و مرتبہ تو اللہ کی دین ہے، جسے چاہے دے۔ کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں لیکن طلب صادق، خلوصِ نیت اور عزمِ صمیم تو فقیر کے اختیار میں ہے۔

فقیر پچھلے گناہوں سے توبہ کر کے خلوصِ نیت کے ساتھ فقر کی دنیا میں وارد ہوتا ہے لیکن یہ طلب صادق اس کے باطن سے از خود پیدا ہوتی ہے۔ اس طلب کی شدت جب اسے مضطرب و بے قرار کر دیتی ہے تو پھر وہ کسی رہبر (شیخ کامل) کی جستجو میں نکل پڑتا ہے۔

## شیخ کامل

یوں تو بہت سے ایسے لوگ خانقاہوں اور زادیوں میں مل جائیں گے جو لوگوں کو خدا تک پہنچانے کے مدعا ہوں گے اور یہ کوئی ضروری بھی نہیں کہ ان میں سے اکثر ویژت ریا کارہی ہوں۔ ان میں خاصی تعداد تصوف و سلوک کی راہ میں چلنے، گزرنے یا راہ میں ڈک کر رہ جانے والوں کی بھی ہو سکتی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ کوئی سالک اگر چل نہ سکا یا کسی وجہ سے راستہ مسدود دیکھا تو وہ اپنی پچھلی کمائی کو سرمایہ بنانا کر دو کان کھول کر بیٹھ گیا۔ ایسے لوگوں سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہو جاتا ہے۔ چونکہ انہیں ابتدائے کار کا تجربہ ہوتا ہے اس لئے ان کے مشورے بھی کار آمد ہو سکتے ہیں مگر وہ شخص جو فقر میں بہت آگے جانا چاہتا ہے اسے بالآخر ان لوگوں سے دامن چھڑا کر کسی ایسے شیخ کامل کے ہاں رہنمائی کے لئے ملت جی ہونا پڑے گا جونہ صرف خود ملتی ہو بلکہ اللہ کی بارگاہ سے دوسروں کو انتہائی درجات تک پہنچانے کا اذن بھی رکھتا ہو۔ لہذا فقیر کو چاہئے کہ کسی ایسے شیخ کامل کے ہاتھ چو میں جواس کی طلب والہیت کے مطابق اعلیٰ وارفع مقامات پک پہنچانے کی ذمہ داری قبول کرے۔ اس کے لئے علامت یہ ہے کہ شیخ کامل ابتداء میں ہی طالب حق کو ولایت کی کیفیات سے آگاہ کر دیتا ہے اور طالب اپنے مرشد کو پہچان سکے یا نہیں، مگر مرشد ضرور طالب کو پہچان لیتا ہے اور پھر اسے اپنے سے جدا نہیں ہونے دیتا۔

حضرت سلطان باہو نے شیخ کا معیار بہت اوپر پا دکھایا ہے۔ ان کے نزد یک غوث و قطب کے مراتب کے اولیاء اللہ بھی آدھے مرشد ہوتے ہیں۔ انہوں نے جا بجا قادری طریقہ کے مرشد کی فضیلت بیان کی ہے۔ ان کے ایسے بیانات کو ذرا دقت نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ جہاں وہ قادری طریقہ کے مرشد کے اوصاف بیان فرماتے ہیں، دراصل وہ ان کے اپنے اوصاف ہیں۔ وہ کسر نفسی کی بناء پر کھلم کھلا اپنی تعریف پسند نہیں فرماتے تو قادری طریقہ کی نسبت سے صاحب ارشاد ولی کی فضیلت خاص کا ذکر کر دیتے ہیں۔ مطلب ان کا یہی ہوتا ہے کہ میرے پاس آؤ، میں تمہیں خدا کی طرف جانے کا راستہ بتاتا ہوں۔ اگر ان کے ان فرمودات کو عمومی

بیانات بھی سمجھ لیا جائے، تب بھی بعد میں آنے والوں پر لازم ہے کہ وہ ان کے قادری سروری طریقہ کے جانشین مشارخ میں سے کسی شیخ کے پاس جائیں اور بیعت کر کے روحانیت کی سیر ہی پر قدم رکھیں۔

حضرت سلطان العارفینؒ نے جو ظاہری علامات شیخ کی بیان کی ہیں ان کو مشعل ہدایت بنانے کر شیخ کو پہچانا جاسکتا ہے۔ شیخ میں چار باتیں ظاہر و باہر ہونی چاہئیں۔

اول: صدقِ مقال (بات کا سچا ہو)

دوم: اکلِ حلال (حلال روزی کھاتا ہو)

سوم: طاعتِ الہی (پابندِ شریعت ہو)

چہارم: ہمت و توفیق (ریاضت و مجاہدہ میں دوسروں سے ممیز نظر آئے اور دوسروں کو فقر میں مدد بھم پہنچانے کی ہمت رکھتا ہو)

آپ نے کچھ باطنی علامات بھی بیان کی ہیں مگر وہ ہر ایک کو نظر نہیں آسکتیں البتہ بیعت کے معا بعد یا کچھ دن صحبت میں رہنے کے بعد وہ بھی طالب پر منکشف ہونی چاہئیں۔ مثلاً اولیاء اللہ کی جو وصال فرمائے زیارت ہونے لگے۔ کشف والہام کی کیفیات سے آگاہی ہو۔ نیز فرشتوں اور نبیوں اور خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفیض ہو۔ شیخ اگر باہم ہو تو طالب کا وجہان جاگ اٹھتا ہے اور استعداد کے مطابق روحانی ترقی کے امکانات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

”جامع مرشد کی یہ پہلی نشانی ہے کہ پہلی ہی نگاہ میں جاہلوں کو عالم، عالموں کو معرفتِ الہی، عارفوں کو فقر کا انتہائی درجہ بخشے۔“ (کلید التوحید ص ۸۵)

اگر طالب صادق کو ایسا مرشد مل جائے تو اسے چاہئے کہ اپنے تینیں اس طرح اس کے سپرد کر دے جس طرح کپڑا دھوئی کے اختیار میں ہوتا ہے، یا مردہ غسال کے ہاتھ میں۔

ممکن ہے، تلاش بسیار اور سعی مخلص کے باوجود کسی طالب حق کو شیخ نہ ملے تو پھر اسے

چاہئے کہ حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ کے کتب و رسائل کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہو۔ نیز کچھ عرصہ کے لئے حضرت باہوؒ کے مزار پر معتکف رہے اور اپنے تیس کلی طور پر ان کی روحانیت کے حوالے کر دے۔ حضرت سلطان العارفینؒ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کی مدد کریں گے اور طالب اپنا مقصد پالے گا۔

ہر کہ طالب حق بود من حاضر م ز ابتداء تا انتہا یک دم برم  
 طالب بیا، طالب بیا، طالب بیا تاریخ نم روز اول با خدا!  
 (جو شخص بھی حق کا طالب ہو، میں حاضر ہوں، اسے پل بھر میں  
 ابتداء سے انتہا تک پہنچا دیتا ہوں..... اے طالب آ، اے  
 طالب آ، اے طالب آ!!! تا کہ میں تجھے پہلے ہی دن خدا تک  
 پہنچا دوں)

### مرشد کی ہدایات

مرشدِ کامل طالبِ حق کے کردار کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے اور اپنی توجہ، ہمت اور قلبی تلقین اور زبانی تعلیم سے اس کی ماہیت تبدیل کر کے اسے ایک اعلیٰ درجہ کا انسان بنادیتا ہے۔ پرانے دور کے صوفیاء کرامؓ اس کی مثال کیمیا سے دیتے تھے، جیسے تھوڑے سے سفوف سے پکھلا ہوا لوہا یا تانبایا پیش سونا بن جاتا ہے۔ اس طرح مرشدِ کامل کی تھوڑی سی توجہ سے ایک سفلی انسان علوی صفات حاصل کر کے مردِ کامل کے ربے پر ممکن ہو جاتا ہے۔ مرشد بذریع طالب کو اس کے مقام تک پہنچاتا ہے۔

مرشد مرید کو اخلاص عمل کی راہ پر گامزن کرتا ہے،  
 اس کے اخلاق کو سنوارتا ہے،  
 ذکر و فکر کی تلقین کرتا ہے،  
 اور مرید کو اپنی صحبت سے مستفیض کرتا ہے۔

جب مرید یا طالب حق مرشد کی نگرانی میں اپنا روحانی نصاب مکمل کر لیتا ہے تو پھر اپنی دعا و برکت اس کے شامل حال کر کے اسے کسی کام پر لگا دیتا ہے، خواہ یہ کام کسی مقام پر محفوظ موجودگی یا حاضری سے ہی متعلق کیوں نہ ہو۔ اب اس کی حرکات و سکنات مرشد کامل کی روحانیت کے توسط سے تابع مشیتِ ایزدی ہو جاتی ہیں۔

### علم

صوفیائے کرام کے نزدیک علم کی اہمیت دوسروں سے کم نہیں۔ اگر وہ کبھی کبھی علم کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں تو صرف ان علماء کو دیکھ کر ایسا کرتے ہیں جن کا علم بے مغز ہے جو علم کی روح کو نہیں سمجھ سکتے اور عمل سے پہلو تھی کرتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین نے بھی ایسے علماء کی مذمت فرمائی ہے جو ”سادوں بھادوں“ کے بادلوں کی طرح کتابیں اٹھائے پھرتے ہیں، اور جہاں ”کھانے پینے کا سامان وافرپاٹے ہیں وہاں زیادہ ذوق و شوق سے کلامِ پاک کی تلاوت شروع کر دیتے ہیں، یہ فعل ایک طرح سے علم فروخت کرنے کے متراffد ہے، جبکہ علم ہرگز خرید و فروخت کی شے نہیں ہے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیم اور عمل سے ثابت کیا کہ علم کی تحصیل ضروری ہے۔ ہم تک پہنچنے والی روایات سے ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے پاس آنے والے ایک نو خیز لڑکے سید محسن شاہ کو فقر اختیار کرنے سے پہلے ظاہری علم حاصل کرنے کی ہدایت کی۔ آپ نے اپنے بیٹوں کو تحصیل علم کے لئے دور دراز مقامات تک بھیجا اور خود تمام عمر لوگوں کو علم و معرفت کی تلقین کرتے پھرے۔

فقر میں وہ اس حد تک علم کو ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک جو شخص علم کے بغیر فقیری کرے گا، اس کا انجام کفر اور دیوانگی پر ہو گا۔ روحانی تجربات و واردات سے دوچار ہونے والے جب ان کی تاویلات کو سمجھ نہیں پاتے تو گمراہ ہو جاتے ہیں۔

علموں باجھ جو کرے فقیری کافر مرے دیوانہ ہو

## عمل

ایک صوفی نے لکھا ہے کہ دوسرے شعبہ ہائے فن میں تو پہلے علم ہے اور پھر عمل، مگر تصوف و سلوک میں پہلے عمل اور پھر علم ہے۔ اس نکتہ کا مطلب یوں سمجھ لجئے کہ جس قدر اور جو نہیں علم حاصل ہو، اسی قدر معاً عمل فقیر پر فرض ہو جاتا ہے۔

فقیر اپنے شیخ سے ہدایت حاصل کرنے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی توقف نہیں کرتا بلکہ فوراً اس پر عمل پیرا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ حالات کی موافقت کا انتظار کرتا ہے یا اس کی نیت صحیح نہیں ہو پاتی تو اس کوچے میں خام ہے اور اس کی طلب ناقص ہے۔

فقیر جب عمل میں غیر معمولی استعداد پیدا کر لیتا ہے تو پھر اس کی دنیا بدل جاتی ہے، کیونکہ فقر میں عمل کی صورت محض تقلیدی نہیں ہوتی بلکہ فقیر کا ہر عمل تخلیقی نوعیت کا ہوتا ہے۔ اس میں بے پناہ حرکت اور فعالیت ہوتی ہے۔ دوسرے لوگ محض فلاسفی کی حد تک اپنے آپ کو دوسروں کے عمل کا ذمہ دار سمجھتے ہیں لیکن فقیر نہ صرف واقعہ میں دوسروں کے عمل کو بھی اپنے ذمہ لے لیتا ہے بلکہ اپنے ظاہری و باطنی عمل سے مسلسل اپنے ماحدوں کو متاثر کرتا رہتا ہے۔ اس کا ماحدوں یاد اڑا اثر پورے ملک کے برابر بھی وسیع ہو سکتا ہے اور اگر وہ فقر کی انتہاؤں تک جا پہنچے تو اس کی تخلیقی حرکت سارے جہان میں موثر ہو سکتی ہے۔ یہ محض شاعری نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ جن لوگوں نے اس امر کی تحقیق کی ہے وہ جانتے ہیں کہیں کوئی تحریک شروع ہوتی ہے یا انقلاب آتا ہے، اس کے پیچے بہر صورت کسی نہ کسی درویش کے ظاہری و باطنی عمل کی تاثیر محرک کے طور پر کام کر رہی ہوتی ہے۔ جہاں بگاڑ پیدا ہوتا ہے وہاں پتہ چلتا ہے کہ کسی شیطانی مداخلت نے اس کے قدرتی طریق کا رکوراہ راست سے ہٹا دیا ہے۔

اسی موضوع پر ہے۔ Earnest Scott The People of the Secret کی پوری کتاب

The Octagon Press, London (1983)

## عشق

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروع

اس قسم کا تخلیقی عمل بغیر کسی جذبے اور شدید لگاؤ کے ممکن نہیں ہے۔ اس عمل کے لئے جو جذبہ درکار ہے وہ تقریباً ہر ایک میں تھوڑا بہت موجود ہوتا ہے مگر عام طور پر خوابیدہ رہتا رہے۔ شیخ کی توجہ و ہمت، اس کی تعلیم و تلقین، درویشوں کی صحبت و معیت، ذکر و فکر کی مشقوں اور مشائخ کبار اور اہل ذوق کی کتب کے مطالعہ سے یہ جذبہ بیدار ہوتا ہے، یہ عشق کا جذبہ ہے۔

جذبے کی بیداری کے بعد پھر کوئی ایسا چیز نہیں جو مردِ فقیر کے لئے ناقابلِ قبول ٹھہرے اور کوئی مشکل ایسی نہیں جس کا وہ مقابلہ نہ کر سکے، اور یہ سب کچھ وہ فطری انداز میں کرتا ہے۔

عشق کا جذبہ مردِ راہ میں ایسی تبدیلی اور حرکت لاتا ہے کہ بظیر طاہر دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں اور جب وہ ان کی ناقص فہم کے تراشے ہوئے کسی سانچے میں ٹھیک نہیں بیٹھتا تو وہ اسے مجnon اور مسحور قرار دیتے ہیں۔ مگر مردِ فقیر ان کی کسی ملامت سے متاثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ بظاہر وہ ان کے ساتھ اسی معاشرے میں بستار ہتا نظر آتا ہے لیکن درحقیقت ان کی سطح سے کہیں بلند ہو کر سوچتا اور عمل پیرا ہوتا ہے۔

فقراء کے لئے عشق فلسفیوں کی طرح کسی تحریکی اصول سے نہیں ہوتا جسے وہ خدامان لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی واحد اصول کے گرد پوری کائنات گھوم رہی ہے اور پھر اس کی کارفرمایوں کو دیکھ کر جھولتے اور جھومنتے نظر آتے ہیں۔

درویش اور فقیر اللہ کو اس کی ذات و صفات کے ساتھ واحد و یکتا مانتے ہیں۔ اس کی رحمت، ربویت اور حکمت کو ہر ذرے میں کارفرماد دیکھتے ہیں۔ ان کا قلب اس کے تمام اسماء و صفات کو اپنے اندر سمولیتا ہے اور اس جذبے کی نوعیت چونکہ تخلیقی ہوتی ہے الہذا یہ فقراء میں ایک محرک قوت بن کر ان کے فعل و عمل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ وہی جذبہ حق جو تخلیق کائنات کا

سبب بنا، ان پر بھی طاری ہو جاتا ہے۔ اسی کو وہ عشق کہتے ہیں اور خود اسی جذبے سے انہیں ایسا لگاؤ ہو جاتا ہے کہ انہیں گویا عشق سے عشق ہو گیا ہے۔

شاد باش اے عشقِ خوشِ سودائے ما    اے طبیبِ جملہِ علّتِ ہائے ما!  
اے دوائے نحوت و ناموسِ ما    اے تو افلاطون و جالینوسِ ما!  
جسمِ خاک از عشق بر افلاتک شد    کوہ در رقص آمد و چالاک شد!

(رومی)

(خوش رہ، ہمارے اچھے جنون والے عشق! اے ہماری تمام  
بیماریوں کے طبیب! اے ہمارے تکبراً اور عزتِ طلبی کی دوا! اے  
کہ تو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے۔ خاکی جسمِ عشق کی وجہ سے  
آسمانوں پر جا پہنچا، پہاڑ ناچنے لگا اور ہوشیار ہو گیا)

حضرت سلطان باہو نے ابیات میں عشق اور عاشق کی بہت تعریف کی ہے اور عاشق کی دو نمایاں صفتیں خاص طور پر بیان کی ہیں کہ اول تزوہِ معشوق پر سے آنکھ نہیں اٹھاتا اور دوسرے وہ مخلوقات کا خیال تک نہیں کرتا۔

### ترکِ دُنیا

فقر میں ترکِ دُنیا سے مراد رہبانیت ہرگز نہیں ہے۔ فقیر کی عارضی خلوت گزینی کو جو اس کی روحانی تربیت کا جزو ہوتی ہے، رہبانیت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

ترکِ دُنیا سے مراد مال و دولت اور دیگر متارعِ دُنیا کی محبتِ دل سے نکال کر اس کی جگہ اللہ کی محبت کو جگہ دینا ہے۔

ترکِ دُنیا اُن علاقوں دینیوں کا ترک ہے جو خدا سے غافل کر کے انسان کو حیوانیت کی سطح پر لے آتے ہیں۔

حضرت سلطان باہو دُنیا کے ایک حصے کو آدھی لعنت کا مستحق سمجھتے ہیں جو انسان کے

مقصد پیدائش کی فراموشی کا باعث بنتی ہے اور دوسرے آدھے حصے کو برداشت کر لیتے ہیں کیونکہ اس سے روحانی تربیت کی صورت نکلتی ہے..... مرد فقیر دنیا میں رہ کر ہی اخلاقی تزکیہ کرتا ہے۔ اللہ سے لوگاتا ہے۔ اُس کے احکام کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے قرب میں درجات پانے کی سعی میں منہمک رہتا ہے۔ اس لئے دنیا اس کے لئے ایک جائے امتحان کے طور پر ضروری ٹھہر تی ہے۔

لیکن حضرت سلطان باہو دنیاداروں کو پوری لعنت کا مستحق گردانے ہیں کیونکہ وہ خدا کو بھول کر متارع دنیا اور اس کی رنگارنگی میں اپنی ذات کی پونچی لٹا بیٹھے۔ فرمایا:

آدمی لعنت دنیا تائیں تے ساری دنیا داراں ہو

### پاسداری شریعت

فقر اسلامی زندگی کا اعلیٰ اسلوب ہے اور فقیر مسلمانوں میں وہ پڑتا ہوا شخص ہے جو ظاہر و باطن میں اسلام کا صحیح نمائندہ قرار پاتا ہے۔ چنانچہ وہ شریعت کے تمام قوانین و احترام کی شدت سے پابندی کرتا ہے۔ اُس میں اور ملاعے مسجد میں فرق یہ ہے کہ فقیر اپنی فقیری میں کسی کم عمل مسلمان کو حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور اس کے ٹوکنے اور تربیت کا انداز بھی مختلف ہوتا ہے۔ وہ محبت کی نرم آنچ سے لو ہے کو پکھلانے میں مہارت رکھتا ہے۔ وہ لوگوں کی نگاہ سے تربیت کرتا ہے اور فقیرانہ انداز میں اپنے عمل سے مثال قائم کر کے لوگوں کو پاسداری شریعت پر راغب و آمادہ کرتا ہے۔

فقر میں جود رویش شریعت کی پابندی نہ کرے یا اُس کے خلاف بات کرے حضرت سلطان باہو کے نزد یک ملعون اور مرد و ڈھہرتا ہے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے فقر کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ وہ علمی و عملی تصوف کے بیان میں اس مقام پر رک نہیں جاتے جہاں تمام مذاہب کی مشترکہ بیزی روایات ایک نکتے پر مل رہی ہیں۔ یہاں صرف بیزی روایات کی وحدت کا احساس ہوتا ہے جو اگرچہ بظاہر دلفریب ہے مگر فقر کی حقیقت سے یہ مقام کہیں نیچے ہے۔

فقیر کی نظر ہمیشہ انسان کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات با برکات اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر رہتی ہے۔ آپ ﷺ نبوت کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوتے ہوئے بھی ظاہری عبادات میں دوسروں سے آگے اور ممتاز نظر آتے تھے، یہی حال فقیر کا ہے۔ ذکرِ الہی میں اُس کے انہماں کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ استغراق کے سمندروں میں غرق ہوتا ہے مگر اس کے باوجود ظاہر میں اس کا شعور بہر حال اسے شریعت کے ظاہری احکام و معاملات پر استوار رکھتا ہے۔

### اخلاق: تزکیہ

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو لوگ اخلاق کے بغیر فقر کی بلندیوں تک پہنچنے کی آرزو رکھتے ہیں، جاہل اور خام ہیں۔ جب تک اخلاق کا مکمل طور پر تزکیہ نہیں ہو جاتا محبتِ الہی دل میں جڑ نہیں پکڑتی۔ ہر قسم کے اخلاقی رذائل تکبر، حرص، رعنونت، انتقام، حسد، رقابت اور جنگ و جدل فقر کی نفی کرتے ہیں۔ جہاں یہ کمینہ خصائیں ہوں گے وہاں فقر نہیں ہو گا۔ کامل اخلاقی تربیت اور پختگی کے بعد فقر کے کوچے میں قدم رکھا جا سکتا ہے۔

اخلاقی تزکیہ کے لئے مرشد کی ہدایت و صحبت دونوں ضروری ہیں اور فقر کے مدارج طے کرنے میں بھی مرشد کی دشگیری لازمی ہے۔

### بیداری قلب: تصفیہ

درویشوں کی صحبت، مرشد کی توجہ اور تاثیر ہمت نیز کثرت ذکر سے انسانی ذات کا قریب ترین مرکز حرکت میں آ جاتا ہے، جسے قلب کہتے ہیں۔ اس قلب کا تعلق ظاہری بدن کے اس حصہ سے ہے جس کو دل کہا جاتا ہے۔ اس دل پر توجہ مرکوز کر کے جب ذکر کیا جاتا ہے تو ذات کی کئی مخفی اور پراسرار قوتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ اس موقع پر وجود ان کی آنکھ کھلتی ہے اور کشف والہام سے ظاہری و باطنی امور فقیر پر منکشف ہونے لگتے ہیں۔ تب یقین بڑھتا ہے اور علومِ وحی پر کامل ایمان کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی کامل ایمان ہے جس کے طفیل زندگی اور اس کے کاروبار کے معاملات میں فقیری نکتہ نظر یکسر بدل چاتا ہے اور مشیت و تقدیر کے اسرار کھلنے لگتے ہیں۔ پھر

اتفاقات محض اتفاقات نہیں رہ جاتے بلکہ ان کی حکمتیں نظر آنے لگتی ہیں اور ہر کام اور ہر منظر میں اللہ تعالیٰ کی شان کا ظہور دکھائی دینے لگتا ہے۔

یہ سب اُس وقت ہوتا ہے جب فقیر انتشارِ ذہنی پر قابو پالیتا ہے۔ نیت کو صاف اور مضبوط کر لیتا ہے۔ عادت اور رسم کا غلام نہیں رہتا۔ ظاہر پر باطن کی فوقیت اور دونوں کی مطابقت جان لیتا ہے اور صراطِ مستقیم اس کے لئے روشن ہو جاتا ہے..... یہ سب بیداری قلب کے ثرات ہیں۔ فقیر انہی سے روشن ضمیر بنتا ہے۔

### معرفت: تجکیہ

قلب کی بیداری کے بعد ذات کے کئی اور مراکز تک فقیر کی رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ صوفیاء نے انہیں روح، خفی، انخی کے نام دیئے ہیں۔ یہ سب پراسرار قوتیں اور روشنیوں کے سرچشمے (لٹائن) ہیں۔ یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاَۃِ زِذِنَی عِلْمَاءَ کے بھید کھلتے ہیں۔ علومِ دین کی ایسی معرفت حاصل ہوتی ہے کہ فقیر کتابوں کے اور اق کے مطالعہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اُسے مشکلوة نبوت سے ایسا علم حاصل ہوتا ہے کہ وہ خود کتاب بلکہ صاحبِ کتاب ہو جاتا ہے۔

حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”معرفت گشۂ است بر من انجمن“، یعنی معرفت کے نکات نے ستاروں کے جھرمٹ کی طرح میرے قلب و روح کو روشن کر رکھا ہے۔ ظاہری علوم کی حدود جہاں ختم ہوتی ہیں، وہاں سے باطنی معرفت کی ابتداء ہوتی ہے۔ بڑی ریاضتوں کے بعد فقیر معرفت و آگاہی سے شرف یا ب ہوتا ہے۔

### قراء

جب فقر میں تکمیل ہو جاتی ہے تو پھر فقراء کو کوئی نہ کوئی کام یا منصب تفویض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سپردایی سے کام کرتا ہے جن کی حکمتیں وہ خود ہی بہتر طور پر جانتا ہے۔ خود فقیر کو علم ہوتا ہے کہ یہ کام اس کے سپرد ہے اور وہ جب اس کام کو سرانجام دینے میں مشغول ہوتا ہے تو معلوم

ہوتا ہے کہ وہ گویا اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے، حالات اُس کے موافق ہو جاتے ہیں۔ اس کی محنت میں برکت شامل ہو جاتی ہے اور کامیابی ہو یا ناکامی اُسے دیر تک پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ وہ قضا و قدر کو رد کرنے کی دعا نہیں کرتا بلکہ ہر وقت قضا و قدر کے اندر چھپی ہوئی رحمت اور لطف و کرم کا طلبگار رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کبھی اُسے اپنی رحمت و برکت سے محروم نہیں کرتا۔ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے: **اللَّهُمَّ لَا نَسْأَلُكَ رَدَّ الْقَضَاءِ وَلِكُنْ نَسْأَلَكَ الْلُّطْفَ فِيهِ أَعْلَمُ** ہم قضا و قدر کے رد ہونے کا سوال نہیں کرتے، لیکن اس کے اندر پوشیدہ رحمت کا سوال کرتے ہیں)۔

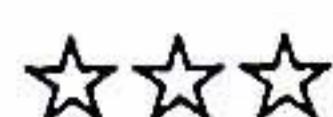
فقراء کھلمند کھلا ظاہر ہو کر بھی کام کرتے ہیں اور چھپ کر بھی اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ چھپ کر کام کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کا اعلان اور پبلیٹی نہیں کرتے بلکہ خاموشی سے سرگرم عمل رہتے ہیں۔ یہ سب ان کے کام کی نوعیت پر منحصر ہے اگر وہ چاہیں تو واعظین، حکام، مدرسین یا کسی کو بھی اپنا آللہ کا ربانی لیتے ہیں اور خود پچھے رہتے ہیں۔

اکثر وہ خود معلم بن کر خانقاہوں میں بیٹھتے ہیں اور لوگوں کی روحانی تربیت کرتے ہیں۔ معاشرے کے ہر طبقے میں کوئی نہ کوئی فقیر حاضر رہتا ہے جسے بعض اوقات کسی خاص مقام پر یا کسی خاص گروہ میں موجودگی کا حکم ہوتا ہے..... غرضیکہ حکومت کے بلند ایوان ہوں یا مزدوروں کے جھونپڑیاں، نیکوکاروں کی بستی ہو یا برے لوگوں کا جمگھٹا، تہذیب کے مرکز ہوں یا گنواروں کے گاؤں، کوئی جگہ فقراء سے خالی نہیں ہوتی۔ کوئی نہ کوئی فقیر ہر جگہ لوگوں کی دشکیری کے لئے موجود ہوتا ہے۔ وہ عام لوگوں کی طرح گاؤں یا محلوں میں رہتا ہے۔ معاشرے میں کسی کسی پیشے سے بھی وابستہ ہوتا ہے۔ اپنے آس پاس لوگوں سے معاشرتی تعلقات بھی رکھتا ہے مگر اس کی بیداری قلب کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہیں اس کی طرح نظر و معرفت حاصل ہوتی ہے۔ عام لوگ بھی غور کریں تو اسے پہچان لیں مگر ان لوگوں سے اُس کی روحانی حقیقت او جھل رہتی ہے جو خود غرض اور خود پسند ہوتے ہیں اور دوسروں کا استھصال کرنا ان کا وظیرہ ہوتا ہے۔

کچھ مزید مطالعہ کریں گے اور غور و خوض سے کام لیں گے تو ہر انقلاب اور ہر تحریک کے پیچھے کوئی نہ کوئی فقیر نظر آئے گا۔ وہ گدڑی میں ملبوس ہو یا اس نے شاہانہ لباس پہن رکھا ہو مگر ہو گا ضرور۔ بس صرف ہر ایک انہیں پہچان نہیں پاتا۔ وہی پہچانتے ہیں جنہیں ان کی پہچان ہوتی ہے، جو نیت اور دل کے صاف ہوتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی نیکی کے جذبات رکھتے ہیں۔

بر خیز کہ فقر را جہانے دگر است  
انجم دگر است آسمانے دگر است  
در بحر وجود ما کہ طوفان خیز است  
کشتی دگر است بادبانے دگر است  
(گرامی)

(اُنھوں کہ فقر کا جہان دوسرا ہے، آسمان اور ہے، ستارے اور ہیں۔ ہمارے بحر وجود جو طوفان خیز ہے، کشتی بھی اور ہے اور بادبان بھی اور ہیں)



## پنجابی شاعری

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی نشر میں تصوف کے موضوع پر کھا ہوا کتابوں کا ایک معتمد بہ ذخیرہ چھوڑا ہے، ان کتابوں میں تصوف و سلوک پر عمل کرنے والوں اور اس کے بارے میں تحقیقی سوچ رکھنے والوں کے لئے گراں بہادر دلت فکر و نظر موجود ہے لیکن حضرت سلطان باہو ایک بہت بڑے شاعر بھی تھے۔ انہوں نے فارسی میں بھی شعر کہے اور پنجابی میں بھی۔ پنجابی میں سی حرفی کی فارم میں ان کے ابیات مقبول خاص و عام ہیں۔

جناب راجارسا لوکا یہ کہنا صحیح ہے کہ حضرت سلطان العارفین کے ابیات کا عوام کے دلوں تک ان کے فقیرانہ خیالات و افکار کے ابلاغ میں بہت بڑا حصہ ہے۔ جب بعد میں فارسی کا عمل دخل کم ہوا تو ابیات کی تازگی اور زیادہ نمایاں اور پسندیدہ ٹھہری کیوں کہ یہ ابیات سیدھی سادی پنجابی زبان میں تھے۔

حضرت سلطان باہو گی زبان میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ دو آبہ کی پنجابی بولنے والوں کو بھی اپنے قریب معلوم ہوتی ہے اور سرائیکی والے بھی اسے اپنی زبان سمجھتے ہیں۔ زبان کی اس صفت کی وضاحت کے لئے ایک بار پھر ان کے والدین کی پیدائشی سر زمین وادی سون سکیسر کے حوالے سے بات کرنی پڑے گی۔

وادی سون میں اور اس کے آس پاس ”اعوان کاری“ کے علاقوں میں ایک ایسی زبان بولی جاتی ہے جس پر بیک وقت کئی بولیوں کا اثر ہے۔ مثلاً علاقہ دھن اور اس کے ساتھ ملحقة

پوٹھو ہار کی بولی، انک کی ہند کو سے متاثر بولی اور سرا یسکی وغیرہ۔ حضرت سلطان باہو نے پیدائش کے بعد یہی زبان اپنے گھر میں سنی تھی۔ پھر ہوش سننجالا تو جھنگ میں بولی جانے والی زبان کا لب و لہجہ کانوں میں پڑا۔ بس انہی دو علاقوں کی بولیوں کا ملا جلا لہجہ اور زبان کا عکس حضرت سلطان العارفین کے ابیات میں نظر آتا ہے۔ اب اسے آپ سرا یسکی کہئے یا کچھ اور، مگر بھی بات ہے کہ اس پر کوئی لیبل نہیں لگایا جاسکتا۔ البتہ اب بھی یہ پنجابی شاعروں اور ادیبوں کے لئے مثالی اور معیاری نمونہ کا کام دے سکتی ہے۔ ایسا کرنے سے عام پنجابی اور سرا یسکی کے نام نہاد فرق کا معاملہ بھی ختم ہو جائے گا۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات کو، ہی اپنے ابیات میں سمو کر پیش کیا ہے۔ ان کے کلام پر ”حکم ارشادِ خلق“ کی گہری چھاپ موجود ہے۔ وہ اپنی شاعری میں بھی فقیری و درویشی کے مرتبی و معلم ہیں۔

ڈاکٹر نذری احمد مرحوم نے اپنے مرتب کردہ ”کلامِ باہو“ کے دیباچے میں لکھا ہے کہ سلطان صاحب ”فقر“ کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ شاید یہ ان کا ”کمپلیکس“ ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم طبعاً تو درویش صفت تھے مگر مسئلہ کا اُن کا درویشی سے کوئی تعلق نہ تھا لہذا وہ حضرت سلطان باہو کی معلمانہ شان کی قدر نہ کر سکے۔

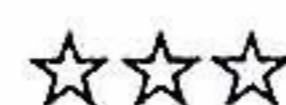
سلطان صاحب حلقة فقراء میں مرشدِ کامل ہیں اور اپنے ابیات میں بھی انہوں نے اپنی اس حیثیت کو برقرار رکھا ہے۔ انہوں نے فقر کے موضوعات کو، ہی ابیات میں بیان فرمایا ہے اور اس انداز میں خوش نوائی کی ہے کہ ابیات پڑھنے والے پر بھی فقیری کارنگ چڑھ جاتا ہے۔ اس لحاظ سے تو اُن کی یہ خصوصیت اور زیادہ قابل تعریف ہو جاتی ہے۔

اب تک ابیات پر دو سطح پر کام ہوا ہے۔ جناب صاحبزادہ سلطان الطاف علی صاحب نے بڑی محنت سے تمام ابیات جمع کئے اور شرح لکھی۔ ڈاکٹر نذری احمد مرحوم نے ابیات کے وزن پر تحقیقی کام کیا۔ مگر ان کا کام کچھ زیادہ سودمند نہ ہو سکا، کیوں کہ وہ سلطان صاحب کے مسلک اور

اشعار میں اُس کی جھلک کے بارے میں کوئی ہمدردانہ روایہ نہیں رکھتے تھے مگر جہاں تک اُن کے کام کی نوعیت کا تعلق ہے اس کی اہمیت سے انکار نہیں۔ اب بھی یہ کام کسی محقق کی تحقیق و اصلاح کا منتظر ہے۔ محمد شریف صابر اور ممتاز بلوج نے بھی قابل قدر کام کیا ہے۔

ابیات پر ایک مبسوط نوٹ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ اس لئے یہاں پہلی سطور پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اس کے آخر میں یہ جملے ہیں:

”قوالی کی محفل ہو یا کہیں بھی کوئی مترجم آواز، ہو کی تاثیر میں  
ڈوبے ہوئے یہ ابیات سن کر کون سادل ہے جو ہل نہیں جاتا۔  
ان میں جذبہ کی گرمی بھی ہے اور تخیل کی لطافت بھی، الفاظ کی  
معنی آفرینی بھی ہے اور لحن کی تاثیر بھی۔“



## ارشاداتِ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو<sup>ر</sup>

جائیکہ من رسیدم امکان نہ یعنی کس را  
 شہباز لامکانم آں جا کجا مگس را  
 عرش و قلم و کرسی کونین رہ نیابد  
 افرشته ہم نہ گنجد آنجانہ جاہوس را  
 (جہاں تک میں پہنچا، وہاں کسی شخص کے پہنچنے کا امکان نہیں ہے  
 میں لامکان کا شہباز ہوں، وہاں تکھیوں کی کہاں جگہ ہے؟ وہاں  
 تو عرش و قلم و کرسی اور دونوں جہاں را نہیں پاتے، فرشتے کی بھی  
 گنجائش نہیں وہاں ہوس کے لئے کوئی جگہ نہیں)

.....  
 میں شہباز کراں پروازاں وچ افلاؤ کرم دے ہو  
 زباں تاں میری کن برابر موڑاں کم قلم دے ہو  
 افلاطون ارسطو چیے میرے اگے کس کم دے ہو  
 حاتم چیے لکھ کر موڑاں در باہو دے منگدے ہو  
 (میں شاہباز ہوں اور کرم کے آسمانوں میں پرواز کر رہا ہوں،  
 میری زبان سے نکلی ہوئی بات "گن" کے برابر ہوتی ہے۔ میں

”قلم“ کے کام پلٹ سکتا ہوں۔ افلاطون اور ارسطو جیسے حکماء  
میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، حاتم جیسے کروڑوں  
دولت مندردار بابا ہو کے در کے بھکاری ہیں!)

.....

اے طالب حق!  
میں نے اپنی باطنی توفیق سے ہر علم کی مکمل طور پر تحقیق کی ہے۔  
میں لا ف زن نہیں بلکہ فقیر کامل ہوں اور اللہ کے فضل سے دونوں جہان کی ہر چیز گل و  
بڑ مجھ پر عیاں ہو گئی ہے۔  
کوئی چیز مجھ سے مخفی نہیں!

.....

ہر حال میں آدمی کو چاہئے کہ صاحبِ علم و شعور ہو۔

.....

علم جان مؤنس ہے  
جاہل فقیر شیطان کا مصاحب ہے۔

.....

عارف جو بے علم ہو، اندھا ہے اور عالم جسے معرفت نہ ہو کسی طرح بھی حق تک نہیں پہنچ  
پاتا۔

.....

علم اور فقر کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔  
علم نصیحت اور الہی رازوں کی معرفت کے لئے ہوتا ہے۔

.....

اول طالب کو چاہئے کہ علم حاصل کرے، اس کے بعد فقر کا ارادہ کرے ورنہ جہالت

سے اس راہ میں مگر اہ ہو جائے گا۔

.....  
علم ہمیشہ عمل کے ساتھ ہی مفید ہوا کرتا ہے۔

.....  
علمون با جھوں فقر کماوے کافر مرے دیوانہ ہو  
سے درہیاندی کرے عبادت رہے اللہ کنوں بیگانہ ہو  
غفلت کنوں نہ کھلیس پردے دل جاہل بت خانہ ہو  
میں قرباں تھاں توں با ہو جہاں ملیا یار یگانہ ہو  
(علم کے بغیر جو شخص فقر اختیار کرتا ہے دیوانہ اور کافر ہو کر مرتا  
ہے۔ سینکڑوں سال عبادت کرے تب بھی اللہ سے بیگانہ رہتا  
ہے۔ اُس کے غفلت کے پردے نہیں کھلتے۔ دل جہالت کا  
بت خانہ رہتا ہے۔ با ہو میں ان کے قرباں جاؤں جنہیں بے  
مثل یار مل گیا)

.....  
اے طالب!

جس کسی نے علم کو جانا اور عمل نہ کیا، وہ شخص نامراد ہے اور جس نے علم کو جانا اور عمل کیا،  
وہ مرد دانا ہے۔

.....  
علم عمل کے لئے ہے، عمل کے بغیر علم با نجھ عورت کی طرح ہے۔

.....  
علماء باعمل اور فقراء کامل دونوں گروہ بزرگ ہیں، جو شخص ان کا دامن پکڑتا ہے، وہ

دونوں جہان میں پریشان نہیں ہوتا۔

جو شخص علم کے ذریعہ نفسانی لذات حاصل کرے، وہ بمنزلہ سانپ ہے اور جو علم کے ذریعہ قلب اور روح کو سنوارتا ہے، وہ عالم باعمل ہشیار لا ت ق دیدار ہے اور عالم باللہ، عالم فی اللہ اور عالم ولی اللہ اُسی کو کہتے ہیں۔ ایسا شخص علم کے مرتبہ سے بڑھ کر اولیاء اللہ کے مرتبے کو پہنچتا ہے اور بایزیدؒ کی طرح اسم جَلْ شَانَہ میں غرق ہو جاتا ہے۔

وہ کون سا علم ہے جس کے سبب شیطان انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ وہ طمع اور حرص کا عالم ہے جو پہلے وہ نفس کو سکھاتا ہے اور نفس اُس کے سبب بے دین ہو جاتا ہے۔

شیطان کو علم نے کہاں تک پہنچایا؟ بد نجتی اور لعنت میں۔ یہ علم روح کے خلاف ہوتا ہے اور اُس کے ذریعہ شروع میں ہی نفس خدا سے باز رہ جاتا ہے اور بے یقین ہو جاتا ہے۔  
با یقین علم تو شاہراہ ہے اور علم بے معرفت گمراہ کننده ہے۔

عارف لوگ جو حق کو پالیتے ہیں، ان کی یہ علامت ہے کہ وہ عالم رتبائی ہوتے ہیں۔ عالم زبانی میں یہ جرأت، حوصلہ اور طاقت نہیں کہ عالم رتبائی کا مقابلہ کر سکے۔

وہ علم نہیں جو دنیا کی حرص ہٹا کر آخرت کا خوف پیدا نہ کرے اور غفلت سے الگ کر کے ہشیاری، خدا ترسی اور شب بیداری کی طرف راغب نہ کرے اور حرام و حلال کے درمیان فرق نہ بتائے بلکہ رشوت خوری، ریا کاری اور جھوٹ بولنے پر اکسارے اور اپنی جان کے ساتھ ہی انصاف نہ کرے اور احکام دین کو بھلا دے اور روپیہ پیسہ اکٹھا کرنے میں کوشش رہے۔

ظاہری علم چراغ کی طرح ہے جس سے جہان کے ہر ایک گھر میں روشنی ہوتی ہے اور  
باطنی علم بمنزلہ آفتاب ہے جس سے سارا جہان روشن ہے۔  
عالم باللہ عارف آفتاب کی طرح ہے جو روز بروز طلوع ہو کرتا ریکی کو دور کرتا ہے۔  
فقیر آفتاب ہے اور دنیا تاریک۔

.....

میں نے کوئی ایسا عالم نہیں دیکھا جو معرفت، قرب اور دیدار کی خاطر علم پڑھتا ہوا اور اُس  
کی غرض اُس سے روشن ضمیری اور بیداری قلب ہو بلکہ وہ (علماء ظاہر) دنیاوی رزق اور روزگار کی  
خاطر پڑھتے ہیں۔

.....

علماء تو علم مردوں سے سیکھتے ہیں اور فقراء اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں۔

.....

واضح رہے کہ علماء و ارث انبیاء اور صاحبِ ادب ہیں اور فقراء صاحبِ حکم جو شخص علماء و  
فقراء کا دوست ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ علم لعلوں کی  
کان ہے۔ علم ہی سے معرفت الہی حاصل ہوتی ہے علم ہی سے وصال نصیب ہوتا ہے، علم ہی سے  
مشکلات آسان ہوتی ہیں۔ اللہ بس باقی ہوں۔

.....

جو عالم بے معرفت ہے، نادان ہے۔

جو لوگ ساری عمر (صرف) مطالعہ میں بس رکھ دیتے ہیں۔ وہ نادان بچے ہیں  
جو مرتبے وقت ملک الموت کو دیکھ کر سب علم بھول جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک حرف بھی یاد  
نہیں رہتا۔

عالم بے عمل اور فقیر بے توکل و صبر سے خدا محفوظ رکھے۔

حافظ پڑھ پڑھ کرن تکبر مٹاں کرن وڈیائی ہو  
ساون ماں نہ دے بدلاں و انگوں پھرنا کتاباں چائی ہو  
جتھے ویکھن چنگا چوکھا اُتے پڑھن کلام سوائی ہو  
دو ہیں جہاں میں مٹھے با ہو جہاں کھادی و تیج کمائی ہو  
(حافظ قرآن پڑھ پڑھ کرتکبر کرتے ہیں، ملاؤگ بڑائی میں پڑھاتے ہیں، ساون کے مہینے کے بادلوں کی طرح کتابیں  
اٹھائے پھرتے ہیں جہاں کھانے پینے کی چیزیں وافرد کیجھتے ہیں، زیادہ کلام پڑھتے ہیں۔ ان کے دونوں جہاں گئے جنہوں  
نے اپنی کمائی تیج کھائی۔)

عالم کلام من کر علم حاصل کرتے ہیں اس لئے صاحب شنید ہیں۔ فقیر دل کی آنکھوں  
سے دیکھ کر معرفت حاصل کرتے ہیں اس لئے صاحب دید ہیں۔

کامل اور دانادہ ہے جو ظاہر میں اور اراق کا مطالعہ کرتا ہو اور باطن میں ذکرِ الہی کے شغل  
میں غرق ہو۔

علمائے دین دنیا کے چراغ کی طرح ہیں اور فقراء آفتاب کی طرح ہیں۔ فقیر آفتاب  
ہے جو جاہل کو ایک نظر میں علم عطا کرتا ہے اور عالم کو عارف کر دیتا ہے۔

علماء کی انتہا فقراء کی ابتداء ہے۔

جو شخص اولیاء اللہ کی تصانیف کا ہمیشہ مطالعہ کرتا رہے گا، اُس کی کوئی بات حکمت سے خالی نہ ہوگی اور ان کی تصانیف کی برکت سے ذکر، ارادت اور حیاتِ دل نصیب ہوگی۔

جو عالم عامل، زندہ دل اور صاحبِ ذکر ہے، وہ کامل فقیر ہے۔

اللہ کی راہ کونہ علم سے تعلق نہ جہالت سے واسطہ، یہ تو محض محبت اور اخلاص کی راہ ہے۔

جو صاحبِ درد ہے، وہی مردِ خدا ہے  
اور کامل کی توجہ بے مثل ہے۔

دل وہی ہے جو مردانِ خدا کی تاب سے آب ہو جائے نہیں تو پانی اور مٹی کا ایک  
لوٹھڑا ہے۔

جو شخص قربِ الٰہی کے احوال سے بے خبر ہے، خواہ وہ عالم بھی ہو تو جاہل ہے۔

فقر کی ابتداء اور انتہا سر اسر معرفت قرب اور حضوری ہے۔

فقر کی ابتداء یہ ہے کہ بدن پر شریعت کا لباس پہنے اور احوالِ حقیقت سے واقف ہو کر  
معرفت میں غوطہ لگائے دم بدم صاحب کرم و جود ہو۔ مجلسِ محمدی ﷺ کا محرم ہو اور فنا فی اللہ ہو جائے۔

واضح رہے کہ علم سونے چاندی اور نقدی کی طرح ہے اور فقر و معرفت فولادی تنقیح کی طرح ہے۔ پس جو کام تکوار سے نکل سکتا ہے وہ سونے چاندی سے کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔

.....

ربانی کلمات پڑھنے سے نفس مردہ اور قلب زندہ ہو جاتا ہے۔

.....

اے عالم باعمل، تو کامل فقیر کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھ کیونکہ فقیر احکم الحاکمین کے حکم سے صاحبِ حکم ہوتا ہے۔ فقیر کا سوال حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہے اس میں عین حکمت ہے۔

.....

نماز کے تارک فقیر کو حق تعالیٰ کی معرفت کی بو بھی نہیں پہنچتی خواہ وہ تجھے چاند سے لے کر مجھلی تک سب کچھ دکھادے۔ یہ محض استدرانج اور گمراہی ہے۔

.....

جو باطن ظاہر کے موافق ہے، برحق ہے کیونکہ منجانب اللہ ہے اور جو باطن ظاہر کے مخالف ہے وہ باطل ہے۔

.....

جاہل سے بڑھ کر جہان میں کوئی خوار و ذلیل اور بُر انہیں ہوتا۔

.....

اہل بدعت فقیر شیطان کا مرید ہے اور صاحبِ شریعت فقیر اللہ تعالیٰ سے یگانہ ہے۔  
اہل بدعت فقیر باؤ لے کتے کی طرح ہے۔ ایسے لوگ گوفقر کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن وہ فقیر نہیں بلکہ نکر گدا اور نفس کے کتے ہیں۔ باطن میں معرفتِ الہی سے محروم روزی کیلئے سائل بنتے ہیں۔

.....

واضح ہو کہ جو فقیر خلاف شرع شریف ہو، اُس کا باطن بھی باطل ہے اور اُس کا دعویٰ جھوٹا اور بے اعتبار ہے۔

جو شخص امر معروف بجانبیں لاتا وہ مردود اور خبیث ہے۔

جس طریقہ کو شریعت رد کر دے، وہ بے دینی ہے۔

مردانِ خدا پہلے نفس کو درست کرتے ہیں پھر معرفت و حضوری کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں اس کے بعد انہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔ مجاہدہ وغیرہ سے مستغفی ہو جاتے ہیں۔

جو فقیر کامل اور نامور عالم بے ریا ہو اُس کا ادب ملحوظ رکھو خواہ اُس کی تصویر یار پر ہی کیوں نہ بنی ہو،

اگر تو عقل مند ہے تو تجھے ایک ہی بات کافی ہے اور اگر احمق ہے تو نفس کی قید میں رہ، اہل نفس مکھی کی طرح ہیں۔ خواہ وہ اڑیں بھی تو شہباز کو نہیں پہنچ سکتے۔

یقیناً استقامت کرامت سے بہتر ہے۔

جو دل محبت سے پر درد اور نور سے گرم ہے وہ دنیا اور اہل دنیا سے سرد ہے۔

مرد وہ ہے کہ جس حال میں ہو، اپنے نفس کا خود انصاف کرنے، نفس پرست سارے ہی

ہیں۔ خدا پرست کوئی کوئی ہے۔ اللہ بس باقی ہوں۔

.....  
جس راہ کو شریعت نے رد کر دیا، وہ کفر ہے۔

اہل حضور خاموش ہیں اور اسی خاموشی کے عالم میں حضوری میں ہیں اور خون جگر  
پیتے ہیں۔  
لیکن بے عقل جوش و خروش میں خود فروش ہیں۔

.....  
فقیر کا وجود کان ہے اور اُس کی باتیں جو وہ گئے، وغیرہ کی بابت کرتا ہے میش بہاموتی ہیں۔  
پس اے احمق حیوان پریشان اُس کی جلالیت کے قہر سے ڈر، کیونکہ فقیر کا قہر اللہ تعالیٰ  
کے قہر کا نمونہ ہے اور فقیر کا کلام مشکل کشا ہے۔  
فقیر کی توجہ، نظر، نشست و برخاست اور اُس کا ہر ایک کام حکمت سے خالی نہیں کیونکہ  
حکیم کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا۔

.....  
دل اور قلب کی ولایت ملک لا یزال ہے اور دونوں جہان دل کے مقابلے میں بمنزلہ  
جزو ہیں۔

.....  
دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے ہو  
وچے بیڑے وچے جھیڑے وچے دنجھ موہانے ہو  
چوداں طبق دلے دے اندر جھٹھے عشق تمبودنخ تانے ہو  
جو دل دا محروم ہو دے باہو سوئی رب پچھانے ہو

(دل سمندروں کی مانند گھرے ہوتے ہیں، دلوں کی تہہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ان سمندروں میں کشتیاں اور ملاج بھی موجود ہیں، چودہ طبق دل کے اندر خیے کی طرح تنے ہوئے ہیں۔  
باہو! جو دل کا محروم ہو، وہی رب کو پہچان سکتا ہے)

.....  
فقیر اگر چہ ظاہر میں محتاج معلوم ہوتا ہے لیکن اصل میں اللہ تعالیٰ کے خزانوں پر قابض، عارف، ولی اللہ اور عالم باللہ ہوتا ہے۔

.....  
رُستگاری کا مرتبہ راستے کی راستی ہے اور کم آزادی را ہبرا اور رہبری کا وسیلہ، اور دل آزاری سراسر گناہ ہے۔  
اہل حضور ہر مرتبہ سے آگاہ ہے۔

.....  
اگر فقیر مرتبہ چاہے تو اسے اس قدر قوت حاصل ہے کہ وہ ظلِ اللہ بن سکتا ہے۔

.....  
جن اولیاء اللہ کا تصرف بے شمار غلبی خزانوں پر ہے اُن کی قید میں مشرق و مغرب تک ہر ایک چیز ہے۔  
ولی اللہ ظلِ اللہ ہوتا ہے۔

.....  
جو جس قدر عارف ہے، اُسی قدر زیادہ عاجز ہے کبھی امید میں ہوتا ہے کبھی خوف میں۔

.....  
غنى اور لا يحتج فقير کی نگاہوں میں ہشت ہزاری امراء بلکہ بادشاہ تک حقیر ہیں کیونکہ

بادشاہی کی لذت معرفتِ الٰہی سے باز رکھتی ہے۔

وہ لوگ بڑے ہی غافل ہیں جو تھوڑا سا عالم اور عقل حاصل کر کے اہل کل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

فقیر صاحب امر ہے۔

اگر بادشاہ ظل اللہ بھی ساری عمر طلب میں صرف کرے تو بھی ولی اللہ فقیر کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا، لیکن اگر فقیر چاہے تو قرب الٰہی کی توجہ سے بادشاہ کے ساتھ ملاقات کر سکتا ہے اور بادشاہ کو اس طرف کھینچ سکتا ہے کہ بادشاہ نگے پاؤں بڑی عاجزی کے ساتھ حلقہ بگوش غلام کی طرح حاضر ہو جائے۔

فقیر کل ہے اور باقی تمام طبقات اولیاء مثلًا غوث و قطب وغیرہ کے مراتب بمنزلہ جزو ہیں۔

جو عارف فقط نظر سے ہی علم کو روائی کر سکتا ہے اور توجہ سے طالبوں کو حضور میں پہنچا سکتا ہے، اُسے ظاہری علم پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔

معرفت سے صاف آئینہ کی طرح تمام مراتب نظر آتے ہیں اور صاحبِ معرفت کو ہر مقام اور ہر مرتبہ کی نہ صرف واقفیت ہوتی ہے بلکہ وہ انہیں دیکھتا بھی ہے۔

معرفت کی اصل نور ہے جس سے عارف کو دائیٰ حضوری حاصل ہوتی ہے۔

عارف فقیر کے چار گواہ ہیں: عیب پوشی، خاموشی، دستکاری اور کم آزاری۔

یہ چاروں باتیں فقر کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں۔ جوان صفات سے متصف نہیں، اسے فقیر نہیں کہہ سکتے بلکہ احمق، رُسو اور بازاری ہے۔

جو عارف سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو دیکھے، وہ مرتد ہے اور اُس کی معرفت م ردود ہے۔

جاننا چاہئے کہ معرفت کی کیا علامت ہے اور عارف کی کون سی راہ ہے؟  
معرفت کی علامت یہ ہے کہ قرب الہی حاصل ہو اور عارف کی راہ یہ ہے کہ اُس کی نگاہ دیدارِ الہی پر ہو اور وہ ہر طریقے سے واقف ہو۔ یہ مراتب سلطان العارفین کے ہیں.....  
عارف کی نگاہ ہمیشہ دیدار پر ہوتی ہے۔ سوائے دیدار کے اور کچھ دیکھنا اُس کی نگاہ کے لئے حرام ہوتا ہے۔

عارف کی ایک اور علامت یہ ہے کہ عارف کا طالب پہلے ہی روز عارف ہو جاتا ہے۔

عارف کے لئے حیات و موت یکساں ہے اگرچہ ظاہر میں ممات کے مراتب کی قوت کی وجہ سے لوگوں کی نظروں سے غائب ہوتے ہیں لیکن سب پر غالب ہوتے ہیں۔  
اگرچہ خلقت انہیں جانتی ہے کہ وہ خاک تلے سوئے پڑے ہیں لیکن دراصل وہ قبران کے لئے قرب ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مجلس ہوتے ہیں۔  
اولیاء اللہ فقیر جس طرح زندگی میں لوگوں کو طالب اور مرید کر کے تعلیم و تلقین کرتے ہیں، اسی طرح ممات میں بھی کیا کرتے ہیں بلکہ حیات سے دوچند۔

غیب کا جاننا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اپنا علم خاصہ سکھاتا ہے جیسا کہ علم لدُنی۔ بعض کو قربِ الہی سے الہام پیغام وصول ہوتا ہے۔

.....

یہ راہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی عنایت کردہ ہے جو اس کا منکر ہے وہ مردود ہے، مردہ دل اور رو سیاہ ہے، مردار کی جستجو کے درپے ہے۔

.....

واضح رہے کہ شاعروں کے لئے علم بلا غت و فصاحت وغیرہ کا جانا ضروری ہے اور نقراء کو قرب اور حضوری علم درکار ہے شاعر کا کلام ناقص یا خام ہو تو اس کے لئے باعثِ ذلت ہے لیکن اگر فقیر کا کلام خام ہو تو بھی شہد کی طرح میٹھا اور سونے چاندی سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔

.....

فقر کا مقام ایک گہرائی در ہے جو سدرۃ المنتہی روح الامین کا مقام ہے اس حقِ اليقین مقام کو صرف اہل دین ہی دیکھ سکتے ہیں۔

.....

کسی کامل فقیر کی جستجو کر۔

اگر چہ وہ دور دراز فاصلے پر رہتا ہو تو بھی اُس کی زیارت سے باز نہ رہ۔

.....

بے عقل وہ شخص ہے جو آخرت اور روزِ حشر کا خیال نہ کرے جس شخص کو اللہ تعالیٰ فقر کے حوالے کرتا ہے، وہ دنیا میں دانا اور عقل مند ہے۔

.....

هر چیز کی کسوٹی ہوا کرتی ہے سو علم کی کسوٹی فقر ہے۔

.....

جس شخص کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اُس کے وجود اور نظر کو کیمیا بنا دیتا ہے۔

.....

جس کا نام ولی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ پہلے اُسے بلا میں بتلا کرتا ہے اللہ والے اُس بلا کو نعمت سمجھتے ہیں۔

.....

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ فقیری مشکل ہے لیکن فقیر بآہو کہتا ہے کہ فقیری مشکل نہیں مشکل وہ بات ہوتی ہے جو دل کو اچھی نہ لگے۔

جس کو فقر دل سے بھاتا ہے اُس کے لئے آسان ہے۔ اہل فقر دن رات اس واسطے ڈرتے ہیں کہ کہیں فقران کے ہاتھ سے جاتا نہ رہے۔

.....

واضح رہے کہ فقیری کوئی آبائی میراث نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یکتا ہونا ہے۔  
فقیری سید یا قریش ہونے پر منحصر نہیں بلکہ عرفان پر منحصر ہے۔

.....

عشق کی راہ سخت کٹھن ہے۔

.....

اگر جانا ہے تو عاشق ہو کر جاؤ ورنہ عاشقوں کا منہ نہ دیکھو۔

.....

فقیر بمنزلہ آفتاب ہے جس قدر زیادہ نکلتا ہے اُسی قدر اُس کی روشنی اور تجلی، تاریکی اور اندھیرے کو نکڑے نکڑے کرتی ہے۔

غ

غوث قطب ہن اورے اویزے عاشق جان اگیرے ہو  
 جہیڑی منزل عاشق پہنچن او تھے غوث نہ پاؤں پھیرے ہو  
 عاشق وصال دے رہندے جہاں لامکانی ڈیرے ہو  
 میں قربان تھاں توں باہو جہاں ذاتوں ذات بسیرے ہو  
 (غوث وقطب تو ادھر ہی رہتے ہیں، عاشق ان سے آگے نکل  
 جاتے ہیں۔ جن منزلوں تک عاشق پہنچتے ہیں، وہاں غوث تو چکر  
 بھی نہیں لگا سکتے۔ عاشق ہمیشہ وصال میں رہتے ہیں ان کے  
 ڈیرے لامکان میں ہیں۔ میں ان پر قربان جاؤں باہو جنہوں  
 نے ذات میں بسیرا کیا ہے۔)

.....  
 اہل فقر کا چہرہ عظمت و عزت کے باعث چودھویں کے چاند کی طرح ہوتا ہے اور اہل  
 دنیا کا چہرہ نجات دنیوی کے باعث مکروہ اور گھناونا ہوتا ہے۔

.....  
 قیامت کے دن علماء بھی حساب میں بتلا ہوں گے اور اہل دنیا بھی علماء کو حلال کی وجہ  
 سے ثواب حاصل ہوگا اور اہل دنیا کو عذاب لیکن فقیر عارف باللہ بے حباب اور بے حساب ہوگا۔

.....  
 جس فقیر کی نظر قرب الہی پر ہے نہ کہ شاہی طمع پر وہ بادشاہ سے بڑھ کرے ہے۔

.....  
 حق کو لے اور بدعت و کفر سے استغفار کر،  
 جو صاحبِ نظر ہے، وہ ہر طریق سے توحید سے نزدیک تر کر دیتا ہے۔

اولیاء اللہ قیامت تک ایک دوسرے کے قائم مقام ہو کر آفتاب کی طرح روش  
رہیں گے۔

.....  
ہزاروں میں سے کوئی ایک آدھ ہی خدا پرست ہوتا ہے جو اپنے رب کے دیدار کی  
طلب میں زندہ قلب اور بیدار دل ہوتا ہے۔

ایے لوگوں سے ہزار بار استغفار ہے جو ظاہر میں ہر دلعزیز اور اہل دکان ہوتے ہیں  
لیکن ان کے باطن میں خباثت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی ہے، ایے لوگ ایمان سے بالکل بے  
بہرہ اور بے خبر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ سونے چاندی اور دنیاوی مال کی فکر میں رہتے ہیں، راہزن اور  
کافر ہوتے ہیں۔

فقیر و ہی ہے جسے تحقیقی طریقہ حاصل ہو۔ ظاہر میں با اخلاص شریعت میں مضبوط اور  
مشتمل ہو۔ اور باطن میں معرفتِ الہی اُسے حاصل ہو۔

.....  
فقیر بادشاہ ہوتا ہے اور سائل گدا۔  
جس شخص کو ظاہری و باطنی تصرف حاصل نہیں، اُسے عارف باللہ فقیر نہیں کہہ سکتے۔

.....  
فقیر غنی ہوتا ہے۔ اُس کو قربِ الہی کی وجہ سے غنایت حاصل ہوتی ہے نہ کہ دنیاوی مال و  
اسباب کی وجہ سے۔ کیونکہ دنیاوی مال و اسباب کی وجہ سے جو غنایت حاصل ہوتی ہے، وہ باطل  
ہوتی ہے۔

.....  
دنیا میں سب سے بڑا مرتبہ بادشاہی ہے لیکن فقیر عارف باللہ اس کمیٹی اور کمتر مرتبے کی

طرف نگاہ بھی نہیں کرتا۔

.....  
 مثل ہے کہ جو بادل زیادہ گر جتے ہیں وہ برستے نہیں، یہی حال اہل کمال کا ہے کہ وہ  
اپنی زبان بند رکھتے ہیں

نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمین

.....  
 جو کچھ تو طلب کرنا چاہتا ہے، فقیر سے طلب کر۔

.....  
 اہل محبت وہ لوگ ہیں جو خدا اور رسول ﷺ کو حاضر و ناظر جانتے ہیں اور ان کی محبت  
میں غرق رہتے ہیں۔

.....  
 فقیری کسی کی ورثہ نہیں اور نہ اس کی حقیقت گفتگو سے دریافت ہو سکتی ہے بلکہ وہ اللہ  
تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی ہے جو دریا کی موج کی طرح ہے۔ فقراء ایسی موج کے منتظر رہتے ہیں کہ  
کب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرمائے۔

.....  
 فقیر وہ ہے جس کے دل میں دونوں جہاں پوشیدہ ہیں۔

.....  
 جس طرح اہل دنیا مال و دولت کے لئے پریشان رہتے ہیں، اسی طرح فقراء دیدار  
الہی کے لئے پریشان رہتے ہیں۔

.....  
 اہل عبادت مبتدی اور اہل معرفت مشتبی ہیں، مبتدی مشتبی کے حال سے کیونکرواقف ہو

سکتا ہے۔

.....  
دنیا میں دو گروہ آزاد ہیں: فقراء و سلاطین۔

ان جیسی آزادی کسی کو نہ ہوئی ہوگی۔ فقراء اس وجہ سے بے نیاز ہیں کہ وہ بے نیاز کے ہم نہیں ہیں۔ سلاطین اس لئے بے نیاز ہوتے ہیں کہ مال و وزر کی محبت میں مست رہتے ہیں۔

.....  
درویش صاحب شور اور فقیر صاحب حضور کی یہ نشانی ہے کہ وہ اپنے دل میں دنیا کی محبت نہیں رکھتا۔

جو شخص ہوائے نفسانی کو چھوڑ دے، صاحب شوق ہے اور جو دنیا اور مال و وزر کو چھوڑ دے، صاحب ذوق ہے۔

.....  
بعض درویش کہتے ہیں کہ محلہ اور ہر ایک شہر فقراء کی برکت سے قائم ہے بلکہ فقراء کا پھرنا اور سیر کرنا خالی از حکمت نہیں۔

.....  
عارف بغیر حکمر بانی کسی شخص سے ہم کلام نہیں ہوتا۔

.....  
جس طرح آفتاب کی نظر ہمیشہ پہاڑ پر پڑتی ہے ایسے ہی اللہ کی رحمت کی نظر عارفوں کے دل پر پڑتی ہے۔ (کیونکہ دنیا کے ظلمت کدھ میں وہی نمایاں اور بلند ہوتے ہیں)  
.....  
جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر عرش و کرسی، لوح و قلم اور صورت انسان اور علم زبان اور عبادت کے ظاہری اعمال اور جنوں اور فرشتوں پر نہیں ہے بلکہ انسان کامل کے دل پر ہے۔

اور انسان کامل انبیاء و اولیاء اللہ ہیں جن کے دل ذکر الہی میں مشغول رہتے ہیں۔

.....  
قراء آئینہ کی طرح ہیں۔ جس صورت میں فقیر کو دیکھے، اپنی صورت کی حقیقت ہی سامنے دکھائی دیتی ہے۔

پس جو شخص فقیر کو بے برکت اور خالی جانے، وہ دونوں جہان میں بے برکت اور خالی ہے۔

.....  
اور جس نے فتح و نصرت اور بادشاہی پائی، فقیر اور درویش سے پائی۔

بر در درویش رو ہر صبح و شام  
تا ترا حاصل شود مطلب تمام  
(ہر روز صبح و شام درویش کے دروازے پر حاضری دوتا کہ تمہیں  
پورا مقصد حاصل ہو)

.....  
زندہ دل صاحب راز کو کوئی ریاضت درکار نہیں کہ وہ ہمیشہ باحضور ہے۔

.....  
جس کو بزر کی خبر ہے، وہ ہمیشہ ورق دل کے مطالعہ میں رہتا ہے اور ہر مقام پر زگاہ رکھتا ہے۔

.....  
فقر نعمت ہے اور یہ نعمت ہر کسی کو نہیں ملتی سوائے دوستان خدا مثلاً انبیاء و اولیاء کے۔  
جونبیوں اور ولیوں کے علاوہ فقر کا دعویٰ کرے، کاذب ہے۔

فقیر کا دشمن تین حکمتوں سے خالی نہیں۔ یا وہ منافق ہو گا، یا حاسد یا کافر۔

.....

نہ ہر درویش صاحبِ ولایت و نظر ہے اور نہ ہر شخص لا تقدیص صحبت خضر علیہ السلام ہے۔  
ہزاروں لاکھوں میں کوئی ایک فقیر صاحبِ تصرف یہیم وزر ہوتا ہے۔

.....

عارف صاحب مشاہدہ احوال ہے۔

.....

کیمیا نظر اُس شخص کو کہتے ہیں جو ایک ہی نگاہ سے جاہل کو عالم بنادے اور اُس پر تمام علوم منکشف کر دے۔

.....

جو شخص صاحبِ قلب ہوتا ہے، اُسے دامنی اور سرمدی زندگی حاصل ہوتی ہے۔

.....

اُسی فقیر کی زبان اللہ تعالیٰ کی تلوار ہو سکتی ہے جو ہمیشہ ذکر و فکر اور تلاوت قرآن میں مشغول رہتا ہے۔

.....

مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو فقراء کی برائے خدا خدمت نہیں کرتے بلکہ الٹا نہیں۔ ایسٹ پھر مارتے ہیں۔

.....

فقیر کی زبان منه میں ایسی ہے جیسے میان میں تلوار،

اگر وہ تکوار سوتی جائے تو قہر فقیر تھر خدا کی صورت اختیار کر کے تمام جہان کو قتل کر دے  
کیونکہ فقراء کی زبان اللہ تعالیٰ کی تکوار ہوتی ہے۔

.....  
دیواں گی اور بے شعوری جنونیت کی علامت ہے۔ ایسے لوگ معرفتِ الہی سے محروم رہتے  
ہیں۔

.....  
جو مہذب و متقی ہے روزِ ازل سے ہی شاستہ اور متقی ہے وہ لوگوں کو فیض پہنچاتا ہے اور  
ان پر حرم کرتا ہے۔

.....  
ولی اللہ اُس شخص کو کہتے ہیں جو سر سے پاؤں تک رحمتِ الہی میں لپٹا ہوا ہو۔

.....  
فقیر ہونا آسان نہیں۔  
فقر میں پروردگار کے اسرار عظیم کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

.....  
اہل دنیا کو لازم ہے کہ وہ فقراء سے التجاکریں لیکن فقیر کے لئے کسی دنیادار کا ملتحی ہونا  
گناہ ہے ہاں اگر اللہ کے حکم یا اجازت سے ایسا کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔  
جو فقیر دن رات اہل دنیا سے ہم پیالہ و نوالہ رہتا ہے وہ اہل دنیا سے بھی بدتر ہے۔

.....  
فقر اور معرفت کا مرتبہ تمام مرتبوں سے برتر عظیم اور کریم ہے۔

.....  
تمام زمین درویشوں کے قدم کی برکت سے آباد ہے۔

جود رویشوں کا منکر ہے وہ دونوں جہان میں پریشان ہے۔

.....

جن لوگوں کو فنا فی التوحید اور معرفتِ الٰہی کا درجہ حاصل ہے ان کا ظاہر و باطن نور ہے  
خواہ وہ بظاہر خاک میں مدفون ہوں لوگوں کی نگاہ میں اہل قبور ہوتے ہیں لیکن یاد رکھو، موت ان  
کے لئے (محض) ایک حجابت ہے۔ موت میں ان کے لئے ثواب ہے۔

.....

اس راہ (نقر) میں بے در دن ارادہ ہے کیونکہ اہل دل کا اعلان در دل ہے۔

.....

اہل دل کی کیا علامت ہوتی ہے؟  
وہ روٹی کھاتا ہے اس جہان کی اور کام اُس جہان کا کرتا ہے۔

.....

کامل فقیر علم کا فیض بخشتا ہے اور دستگیری کرتا ہے..... پس دنیاوی  
مال و متاع کو عارف فقیر کبھی قبول نہیں کرتا۔ یہ کام اہل فضل و فیض اور اہل مجلس کے لئے  
مفید نہیں۔

.....

دنیاوی علم سے حیا جاتی رہتی ہے جو کہ حیات کا جزو ہے۔

.....

باتوفیق مرشد غالب الامر اور قافلہ سالار ہوتا ہے۔

.....

طالب مرشد کو نہیں پہچان سکتا، ہاں، مرشد طالب کو پہچان سکتا ہے طلب طالب کو اس  
طرح پہچان لیتی ہے جیسے قسمت اہل قسمت کو۔

ہزاروں کتابوں کے سارے احوال مرشد کے قال کے ایک نکتے میں آجاتے ہیں۔

## الف

ایہہ تن میرا چشماءں ہووے تے میں مرشد نہ رجاءں ہو  
 لُوں لُوں دے مڈھ لکھ لکھ چشماءں بکھولائیں بکھجاءں ہو  
 اتنیاں ڈٹھیاں صبر نہ آوے ہور کئے دل بھجاءں ہو  
 مرشد دا دیدار ہے باہو مینوں لکھ کروڑاں تھجاءں ہو  
 (میں مرشد کے دیدار سے سیر نہیں ہوتا کاش میرا سارا بدن آنکھ  
 بن جائے۔ ہر دو میں کے ساتھ لاکھ آنکھیں پیدا ہو جائیں تاکہ  
 ایک بند کروں تو دوسرا کھل جائے۔ پھر بھی کسی طرح قرار نہ  
 آئے تو بھاگ کر کھاں جاؤں۔ باہو! مرشد کا دیدار میرے لئے  
 لاکھ کروڑ حج کے برابر ہے)

## س

سے روزے سے نقل نمازاں سے سجدے کر کر تھکے ہو  
 سے داری ملے حج گزارن دل دی دوڑ نہ ملے ہو  
 چلے چلیے جنگل بھونا اس گل تھیں ناں پکے ہو  
 سبھے مطلب حاصل ہوندے باہو جد پیر نظر اک تکے ہو  
 (سینکڑوں روزے رکھے، نوافل نماز میں سجدے کر کر تھک گئے،  
 سینکڑوں حج کئے مگر دل کی دوڑ اختتام تک نہ پہنچی جنگل میں چلے  
 کائے جنگلوں میں گھومے لیکن مقصد حاصل نہ ہوا۔ باہو جب شیخ

ایک نظر دیکھتا ہے تو سب مطالب حاصل ہو جاتے ہیں)

.....  
طالب کو چاہئے کہ اگر مرشد سے ایک دن رات میں مقصد حاصل نہ ہو تو اُس سے کنارہ  
کشی کرے۔ اللہ بس باقی ہوں۔

.....  
کامل مرشد وجود دل کے دروازوں کی کنجی ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی تالے کی  
کلفت باقی نہیں رہتی۔ تمام مشکلات یکبارگی حل ہو جاتی ہیں۔

.....  
مرشد کا فیض باراں رحمت یا موج دریا یا شعاع آفتاب کی طرح ہوتا ہے۔

.....  
جو شخص بیعت کے بعد طالبِ خدا رسمیدہ نہ بنائے، وہ مرشد خدا کا دشمن ہے۔

ک

.....  
کامل مرشد ایسا ہو دے جہیراً دھوپی و انگوں چھٹے ہو  
نال نگاہ دے پاک کریندا وچ سمجھی صہون نہ گھتے ہو  
میلیاں نوں کر دیندا چٹا وچ ذرہ میل نہ رکھے ہو  
ایسا مرشد ہو دے باہو جہیراً لوں لوں دے وچ دے ہو  
(کامل مرشد ایسا ہونا چاہئے جو دھوپی کی طرح صاف کر دے  
نگاہ سے دل کو پاک کر دے میلوں کو سفید کر دے، ذرہ بھر میل نہ  
رہنے دے ایسا مرشد ہونا چاہئے جو لوں لوں میں سما جائے)

## الف

اللہ چنے دی بوئی میرے من وچ مرشد لائی ہو؟  
 نفی اثبات دا پانی ملیں ہر رگے ہر جائی ہو؟  
 اندر بوئی مشک چایا جاں پھلاں تے آئی ہو؟  
 جیوے مرشد کامل باہو جیس ایہہ بوئی لائی ہو؟  
 (اسم اللہ ذات چنیلی کی بیل کی مانند ہے جو مرشد نے میرے ذل  
 میں لگادی۔ ذکرِ الہی نے اُس کے تین و بن کی آبیاری کی۔ اب  
 پھلنے پھولنے پر آئی تو خوشبو ہر طرف پھلنے لگی۔ مرشد کامل  
 سلامت رہے جس نے یہ بوئی لگائی)

مجھے ان لوگوں پر تجہب آتا ہے کہ آپس میں کوئی طالب اور کوئی مرشد بن بیٹھا ہے لیکن نہ  
 طالب کو طالب کی حقیقت معلوم ہے نہ مرشد کو مرشد کی حقیقت سے واقفیت ہے۔ دونوں ہی احتمق  
 اور نادان ہیں۔

خاص کی صحبت بھی معراج ہے۔

عقل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور بے عقل طمع نفس اور حرص و ہوا کی طرف مائل  
 ہوتا ہے پس تجھے ان دونوں میں سے کون سی بات پسند ہے یا تو معرفت حق حاصل کر یا دنیا کی  
 طرف رجوع کرے۔

نفس پرست عام ہیں اور خدا پرست کم۔

.....

جس (طالبِ حق) کی نظر میں دنیا اور اہل دنیا کی وقعت ہے وہ دونوں جہان میں  
ملعون ہے، وہ درویش نہیں۔)

.....

مرید ہونا آسان ہے مگر اپنی مراد اور خواہشوں کو چھوڑنا بہت مشکل ہے۔

.....

اے احمق! نفاقِ قلبی کی بیماری نے تیرے تمام وجود کو کھالیا ہے۔ کسی طبیب القلوب کو  
تلash کرتا کہ اس باطل مرض سے تیرے وجود کو صحت بخشنے۔

.....

مردِ کامل وہ ہے جو حق کی طرف لے جاوے اور مرشدِ ناقص شیطان ہے جو باطل کی  
طرف کھینچ لے جاتا ہے۔

.....

اے طالبِ حق!

اگر تو سید ہے تو خلقِ محمدی کی سند حاصل کر۔

اگر قریش ہے تو دل ریش ہو۔

اگر عالم ہے تو درویشی طلب کرنہ کہ در پیشی۔

اگر جاہل ہے تو علم حاصل کر، وہ علم جو حق تک پہنچا دے اور جملہ ماسوئی باطل کو  
مٹا دے۔

.....

اے سید!

اگر تو صحیح معنوں میں سید اور سردار بننا چاہتا ہے تو اپنے جد امجد کے قدموں پر چلا جا اور ان کے اخلاق، اعمال اور افعال اختیار کر اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور توحید کے حصول کے لئے مرشدِ کامل کو تلاش کر،

اگر تو نے کامل فقیر کو پالیا اور اُس کا دل ہاتھ میں لے لیا  
تو بس دونوں جہان سے بے غم ہو گیا۔

یاد رکھو کہ کل مقامات عرش سے فرش تک سب طالب حق کے امتحان کے لئے ہیں۔ ان میں جو مقام بھی خالق سے روک دے، وہی شیطان ہے۔

جس طرح لوگ دن رات کامل مرشد کی تلاش میں رہتے ہیں اسی طرح مرشد بھی کسی کامل طالب کی تلاش میں رہتا ہے۔

خود پسند طالب سالہا سال بھی مرشد کے حضور میں رہ کر بہ سبب بے ادبی وصال سے محروم رہتا ہے۔

تو فیقِ محض عطاۓ الہی اور فیضِ خدا ہے جسے اللہ چاہے بے ریاضت عطا کر دیتا ہے۔

وہ کون سا عالم ہے جس کے سبب شیطان انسان کو گراہ کرتا ہے؟ وہ طمع اور حرص کا عالم ہے جو پہلے وہ نفس کو سکھاتا ہے اور نفس اُس کے سبب بے دین ہو جاتا ہے۔

خدا کرے وہ سر ہی نہ رہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق کو سجدہ کرے  
اور وہ آنکھ ہی نہ رہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دیکھے۔

اور وہ کان ہی نہ رہے جو اللہ تعالیٰ کے غیر کا کلام نے۔

اور وہ زبان ہی نہ رہے جو اُس کے غیر کا ذکر کرے۔

اور وہ قدم ہی نہ رہے جو اُس کے سوا اٹھایا جائے۔

اور وہ ہاتھ ہی نہ رہے جس سے اُس کے غیر کی دشگیری کی جائے۔

اور وہ کمر ہی نہ رہے جو اُس کے سوا کسی اور کی خدمت کے لئے باندھی جائے۔

اور وہ سینہ ہی نہ رہے جو اُس کے سوا کسی نجس کی نجات سے بھرا ہو۔

اور وہ دل ہی نہ رہے جو اُس کے سوا غیر کے قرب کا خیال کرے۔

.....  
عاشق کی دو صفتیں ہوتی ہیں، اول معموق پر سے آنکھ نہیں اٹھاتا۔

دوسرے مخلوقات کی ملامت کا خیال تک نہیں کرتا۔

.....  
فقیر کے لئے اُس سے بڑھ کر اور کوئی بری بات نہیں کہ لوگوں کے ساتھ نیک و بد اور شور و شر کے بارے میں گفتگو کرے کیونکہ ایسا کرنے سے اُس کا دل مردہ ہو جاتا ہے اُس کا کلام بھی بے تاثیر ہو جاتا ہے اور اُسے غم، کدورت، حجاب اور خطرات، معرفت و دیدار قربِ الہی سے باز رکھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کامل فقیر ہمیشہ خلوت گزیں ہوتے ہیں اور خلقت کو چھوڑ کر تنہا جنگلوں میں گزر بس رکرتے ہیں اور ہمیشہ مسافر ہی رہتے ہیں اور اپنے تمیں لوگوں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔  
اور اگر شہر میں رہتے ہیں تو بعض دیوانے بن جاتے ہیں اور بعض ظاہر میں مجبوب لیکن باطن میں محبوب بنے رہتے ہیں۔

یار کے ساتھ انہیں بہار ہوتی ہے دیدار سے انہیں جمعیت حاصل ہوتی ہے۔ دیدار کے بغیر تو بہشت بھی بمنزلہ خار ہے!

غفلت کی روئی کانوں سے نکال اور موت کو یاد کر۔

موت تیرے وجود میں ہے اور تیرا وجہ موت کی غار ہے۔

جس شخص پر قہر الہی ہوتا ہے، اُس پر نفس، شیطان، دنیا اور گناہ غالب آتے ہیں اور وہ ان کا مطیع ہوتا ہے۔

دنیا کے طالب ہر وقت اپنا ذکر کرتے رہتے ہیں اور ان کی کوئی گھڑی اپنی فکر سے خالی نہیں رہتی حتیٰ کہ اسی حالت میں مر جاتے ہیں۔

تمام انبیاء و اولیاء نے دنیا کو ترک کیا ہے اور اُس سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ پھر جو شخص ان کی خلاف ورزی کرے، کیونکہ مسلمان ہو سکتا ہے۔

### الف

آدھی لعنت دنیا تائیں تے ساری دنیا داراں ہو  
جیں راہ صاحب دے خرچ نہ کیتی لیں غصب دیاں ماراں ہو  
پیواں کولوں پتھر کوہاوے بھٹھ دنیا مکاراں ہو  
جہاں ترک دنیا دی کیتی باہو لیں باغ بہاراں ہو  
(آدھی لعنت دنیا پر اور ساری لعنت دنیا داروں پر، جس نے اللہ

تعالیٰ کی راہ میں دولت خرچ نہ کی اُس پر غضب کی مار پڑے گی۔

مکار دنیا پر لعنت ہو جو باپوں سے بیٹے ذبح کرتی ہے۔ باہو!

جن حضرات نے دنیا ترک کی وہی باغ و بہار سے لطف اندوز ہوں گے۔)

.....  
دنیاوی دام و درم وجود میں کیڑوں کی طرح ہیں۔ ان کے سبب سے مختلف خیالات کی  
بیماری آرام و قرار نہیں لینے دیتی۔

.....  
اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کی طلب کرنا، اُس میں مشغول ہونا غلط ہے اور غضب کا  
راستہ ہے۔

.....  
انسانی وجود غار کی طرح ہے جس میں نفس سانپ کی طرح بسیرا کئے ہوئے ہے۔

.....  
 واضح رہے کہ سب سے بڑا گناہ تکبر اور خود پسندی ہے۔

.....  
جو شخص پہلے اپنے نفس کو اپنا مطیع اور مکحوم نہیں بناتا اُس کے لئے معرفتِ الہی حاصل کرنا  
محال ہے۔

.....  
خام اگر ساری عمر بھی ریاضت کرے تو بے فائدہ تکلیف اٹھاتا ہے۔ معرفتِ الہی کے  
خزانے سے اُس کے ہاتھ پکجھ نہیں آتا۔

دل ایک ایسا وسیع ملک ہے جس میں باقی تمام ملک سما سکتے ہیں لیکن یہ بلحاظ عظمت کسی ملک میں نہیں سما سکتا۔

.....  
ذکر قلبی، روشنی اور جمیعت صرف زندہ قلب کو حاصل ہوتی ہے۔

راہِ حق نہ علم میں ہے اور نہ جہل میں بلکہ صرف توفیق الہی اور اُس کی محبت و اخلاص میں ہے۔

.....  
درویش کے لئے ضروری ہے کہ لقمه کھاتے وقت حاضر اوقت ہو۔

.....  
عمر ریت کی طرح ہے اور وجود شیشے کی مانند اور سانس کی آمد و رفت ریت کی آمد و رفت کی طرح ہے۔

.....  
خاص انصاص آدمیوں کی نماز مشرف بدیدار ہوتی ہے۔ وہ رو بروجده کرتے وقت ہیں۔ عام لوگوں کی نماز رکی ہوتی ہے۔

.....  
ریاضت کے چالیس چلوں سے ایک رات کی اولیاء اللہ کی قبر کی ہم نشینی بہتر ہے۔

.....  
عزیز من سنو! تم بے عقلی اور قیاس نہ کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو نہیں پہچانتے۔ تمہاری جان لعلوں کی کان ہے جس سے تم مطلق بے خبر رہ کر حیران و سرگردان اور پریشان پھرتے ہو۔

جو شخص محبت کی آگ میں نہیں جلا، اُس کے دل پر دوزخ کی آگ جلنے گی۔

.....  
خلقت سے مہربانی کرنا اور انہیں نہ ستانا نجات کا باعث ہے۔  
.....

### الف

ایہہ ثم رب سچے دا جُرہ وچ پا فقیرا جھاتی ہو  
ناں کر منت خواج خضردی تیرے اندر آب حیاتی ہو  
شوق دا دیوا بال ہمیرے متاں لبھی وست کھڑاتی ہو  
مرن تھیں اگے مردے با ہو جہاں حق دی رمز پچھاتی ہو  
(یہ بدن اللہ پاک کا ججرہ ہے، اس میں جھانک کر دیکھو۔ خواجہ  
حضر کی منت کرنے کی ضرورت نہیں، تمہارے باطن میں آب  
حیات موجود ہے۔ شوق کا چراغ روشن کرو شاید تمہیں اپنی کھوئی  
ہوئی چیز مل جائے۔ باہو وہ مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں جو حق  
کی رمز پہچان لیتے ہیں۔)

.....  
رزق انسان کی تلاش میں اس طرح رہتا ہے جس طرح موت اُس کی تلاش میں رہتی  
ہے۔ موت انسان کو کسی جگہ نہیں چھوڑتی اسی طرح اُس کی روزی بھی اُسے کہیں نہیں چھوڑتی۔

.....  
بہت علم پڑھنا فرض نہیں بلکہ گناہ سے بچنا فرض ہے۔

.....  
خدا کے کسی کامل مرد کو دشیگر بناتا کہ تو کامل ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندے

کے سوا اور کوئی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ مردو ہی ہے جو اللہ کا طالب ہو..... اور دنیا کا طالب معموم و پریشان رہتا ہے اور کسی کام نہیں آتا۔

تو اگر چاہتا ہے پل صراط سے آسانی کے ساتھ گزر جائے تو کسی مسلمان کو کسی طرح کا دکھنہ پہنچا۔

دل کا جُرہ اور خلوت، مٹی کے جُرے اور خلوت سے بہتر ہے۔ کیونکہ مٹی کا جُرہ مکتر ہے۔ جس نے پایا دل کے جُرہ سے پایا اور جس نے دل سے پایا وہ گل سے دور ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا کلام (قرآن مجید) اللہ کا خزانہ ہے نامحرم اُس کو نہیں پہچانتا۔

جو شخص سادات کو رضامند نہیں کرتا۔ اُس کا باطن ہرگز صاف نہیں ہوتا اور معرفتِ الہی کو نہیں پہچانتا۔ کیونکہ جو سادات کا خادم ہو وہ بالآخر مخدوم ہو جاتا ہے اور جو آل نبی ﷺ، اولاد حضرت علیؑ اور اولاد فاطمة الزهرۃ کا منکر ہے، وہ معرفت سے محروم ہے۔

عقل مندو ہی ہے جو اپنے آپ کو تحقیق کرے کہ میں ازل سے کیا لایا تھا اور اب دنیا سے کیا لئے جاتا ہوں اور عاقبت میں مجھے کیا نعمت ملے گی۔

پہلے للہ حلال حاصل کر، بعد ازاں فقر میں قدم رکھ جب تک نفس کو فقر و فاقہ دنیاوی لذتوں سے زیادہ معلوم نہ ہو، معرفتِ الہی کی راہ اس پر منکشف نہیں ہوتی۔

جس میں خلقِ خلیل ہے، وہ ربِ جلیل کا ہم نشین ہے۔

تجھے معلوم نہیں کہ کھن سے بڑھ کر کوئی چیز زم اور ملامٹ نہیں کیونکہ جب ذرا سی گرمی اُسے پہنچتی ہے تو زم ہو جاتا ہے۔ اُسی طرح دردیشوں، فقیروں اور مومنوں کا دل دوسرے کی گرمی سے جنبش میں آتا ہے یا کسی مومن بھائی کی تکلیف کو دیکھ کر ان کے زم دل کو ٹھیس لگتی ہے۔

ج

جے رب ناتیاں دھوتیاں ملدا تاں ملدا دُداں پچھیاں ہو  
 جے رب لتمیاں والاں ملدا تاں ملدا امہیڈاں سیاں ہو  
 جے رب راتیں جا گیاں ملدا تاں ملدا کال کڑچھیاں ہو  
 انہاں گلاں رب حاصل نا ہیں باہو رب ملدا دلاں پچھیاں ہو  
 (اگر رب نہانے دھونے سے مل جاتا تو مینڈ کوں اور مچھلیوں کو  
 ملتا۔ اگر رب لبے بال رکھنے سے ملتا تو بھیڑوں اور بکریوں کو  
 ملتا۔ اگر رب راتوں کو جانے سے ملتا تو چڑیوں اور پرندوں کو  
 ملتا۔ ان باتوں سے رب حاصل نہیں ہوتا۔ باہو، رب ملتا ہے تو  
 دلوں کو صاف کرنے سے)

☆☆☆

## شرح اصطلاحاتِ صوفیہ

(استفادہ از "اصطلاحاتِ صوفیہ" مؤلفہ شاہ عبدالصمد چشتی و "مسری دلبران" مؤلفہ سید محمد ذوقی)

### احوال

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر جو فیوضات نازل ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے اُس کا باطن صاف ہو جاتا ہے اور بندہ اپنے مولا کے قریب ہو جاتا ہے، ان فیوضات کے نازک ہونے کے اثرات کو "احوال" کہتے ہیں۔ "صاحب مشاہدہ احوال" اُس فقیر کو کہیں گے جس پر یہ تمام فیوضات وارد ہو چکے ہوں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے قرب کا اعلیٰ مقام اُسے حاصل ہو چکا ہو۔

### استغراق

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو کے سلوک فقر میں ذکر میں غایت درجے کی توجہ کا یہ انتہائی مقام ہے جو صرف فنا فی اللہ فقیر کامل کو حاصل ہوتا ہے۔

رسالہ "روحی" میں انتہائے مقام پر انتہائی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے اپنے متعلق فرماتے ہیں:

"پر تو شعاع حضرت کبria بندہ را ذرہ وار درا بھار استغراق مستغرق ساخت" (حضرت کبria کی شعاع کے عکس نے بندہ کو ذرہ کی طرح استغراق کے سمندروں میں غرق کر دیا)

استغراق نبوت کے خصائص میں سے ہے: "یہ استغراق ایسے ہی نفوس کو حاصل ہو سکتا ہے جو رذائل سے پاک ہوں، فواحش سے منزہ ہوں، فساد سے دور ہوں، طبیعت کے غلبہ سے آزاد

ہوں کیونکہ نفس جب تک ان آفاتِ محسوسہ میں مشغول رہے، اُس کا عالم بالا کی جانب توجہ محال ہے۔” (سرِ دلبر اہل)

### استقامت

جملہ احکام شریعت و طریقت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جانا اور اُس پر مداومت کرنا۔

### الہام

جب درویش دل صاف کر لیتا ہے تو اُس کے قلب پر واردات نازل ہوتی ہیں اور کسی استدلال کے بغیر وہ ان پر کامل یقین رکھتا ہے، انہیں الہام کہا جاتا ہے۔

### انسانِ کامل

تمام مخلوقات میں انسان افضل اور اکمل ہے اور انسانوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اکمل اور ارفع ہیں اس لئے آپ انسانِ کامل ہیں۔ ”دوسروں کو یہ رتبہ آپ، ہی کی برکت اور آپ، ہی کی پیروی و متابعت اور آپ، ہی کی محبت سے ظلی طور پر حاصل ہوتا ہے“ (سرِ دلبر اہل) اس لئے اولیاء اللہ کو بھی انسانِ کامل کہہ دیتے ہیں۔

### تجھی

(جمع تجلیات)..... لفظ میں تجلی ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کو کہتے ہیں.....  
ہر وہ شان اور وہ کیفیت اور وہ حالت جس میں حق تعالیٰ کایا اُس کی صفت یا اس کے کسی فعل کا اظہار ہو تجھی ہے.....

”تجھی کے لئے استقامت کی ضرورت ہے۔“ (سرِ دلبر اہل)

تجھی کے انوار دراصل حکمتِ الہیہ کے فیض کے انوار ہیں اور یہ بے شمار ہیں۔ انتہائی مقام پر ان کو محدود الفاظ میں بیان بھی نہیں کیا جاسکتا اسی لئے حضرت سلطان باہوؒ نے لکھا ہے۔

گر کنم شرح تجھی را تمام  
دفترش گرد و رقم از خاص و عام

(اگر میں مکمل طور پر تجھی کی شرح کروں تو خاص و عام کیلئے دفتروں کے دفتر  
لکھ لئے جائیں) (احوال و مقامات حضرت سلطان باہو ص ۱۲۰)

### تلقین

مرشد ایک تو طالب حق کو ظاہری تعلیم دیتا ہے یعنی عبادت و ذکر کے ظاہری طور طریق بتاتا ہے اور دوسرے روحانی ہمت و توجہ سے اُس کے باطن پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ طالب سب کچھ بھول کر اطاعت حق میں منہمک ہو جاتا ہے۔ اسے تلقین کہتے ہیں۔

### توفیق

حضرت سلطان باہو توفیق کو ایک ایسا نور سمجھتے ہیں جو فقیر کو حاصل ہوتا ہے۔

”نور توفیق“ ایک عظیم قوت ہے۔ فقیر جب کسی کام کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو ظاہری و باطنی حالات موافق ہو جاتے ہیں اور نور توفیق کی قوت سے ساری مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ مرشد کی حیثیت سے جب وہ طالب حق پر توجہ کرتا ہے تو براہ راست اُس کے قلب و روح کو صفائی اور روشنی بخشتا ہے اور اُس کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ٹھہرतی۔

### جمعیت

”ماسوائے اللہ سے روگردانی کرنا اور ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ ہونا“

### حال و مقام

سالک کے دل پر کوشش سے یا کوشش کے بغیر یا کسی نسبت کے طفیل جو کیفیات وارد ہوتی ہیں، ان میں سے ہر کیفیت حال ہے۔

جب کوئی کیفیت کوشش کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وارد ہو اور قائم رہ جائے تو پھر وہ حال کی بجائے مقام کہلاتی ہے۔

### حاضر الوقت

موجودہ اور حاضر موقع پر توجہ اللہ کی طرف رہے تو یہ حاضر الوقت ہوتا ہے۔

## حضور، حضوری

”خلق سے بے زار ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہونا۔“ یہ توجہ اگر مسلسل قائم رہے تو یہ حضور یا حضوری کی کیفیت ہے۔ جن لوگوں کو ذکر فکر میں اہل اللہ کی صحبت کے طفیل یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے، انہیں اہل حضور کہتے ہیں۔

## حق

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے ایک اسم ہے۔

صوفیاء کرام خلق کے مقابل میں ”حق“ بولتے ہیں۔

ُثرب کے مراتب کو بھی حق کہتے ہیں جو شریعت و طریقت کے مطابق عمل پیرا ہونے سے حاصل ہوتے ہیں۔

## حق الیقین

یقین کے تین درجے ہیں۔

۱۔ علم الیقین یعنی معتبر ذرائع اور معتبر دلائل سے کسی چیز کا یقین ہو۔

۲۔ عین الیقین۔ اُس چیز کا خود بھی مشاہدہ کر لینا۔

۳۔ حق الیقین یقین کا آخری درجہ یہ ہے کہ اُس چیز کی ماہیت اور اثرات کو مکمل طور پر پالیا جائے۔

اصطلاحاتِ صوفیہ کی رو سے ”ظاہر شریعت پر عامل ہونا علم الیقین ہے۔ اُس میں اخلاص و محبت کا پیدا ہو جانا عین الیقین ہے اور اُس کا مشاہدہ حاصل ہو جانا حق الیقین ہے۔“

## خام

ایسے طالب کو جو فقر کے حلقة میں آجائے کے باوجود دنیا کی رغبت رکھتا ہو یا یکٹو ہو کر مرشد کی ہدایت پر عمل پیرانہ ہوتا ہو، خام کہیں گے۔

## درد

”عاشق کی اُس حالت کا نام درد ہے، جب غلبہ شوق اس حد تک بڑھ جائے کہ اُس کی برداشت سے باہر ہو۔ اس حالت میں عاشق ایسا بے چین ہوتا ہے کہ کسی کل کروٹ چین نہیں پا سکتا۔“ (اصطلاحات صوفیہ)

”درد اُس قلق اور سوزش درونی کو کہتے ہیں جو عاشق فراقِ محظوظ اور آرزوئے وصال میں محسوس کرتا ہے اور یہ انسان ہی کا حصہ ہے“ (سریر دبرال)

## دل

دل کو ”لطیفہ روحانی اور لطیفہ ربانی“ کہا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا شعور ہے جو بیدار ہوتا ہے تو خدا تک پہنچا دیتا ہے جس میں اُس کا تعلق اُسی دل سے ہے جو معروف طور پر سینے میں باعین طرف موجود ہے۔ مرشد کی رہنمائی میں اس پر ذکر کو جاری کرنے سے یہ روحانی شعور بیدار ہو جاتا ہے۔

جس درویش کے دل میں ذکر ہمیشہ کے لئے روایت ہو جائے، اُسے زندہ دل کہتے ہیں۔

## دیدار

”ہرشے میں، ہر ذرہ میں ذات حق سمجھانہ، تعالیٰ کو دیکھنا“ دیدار کہلاتا ہے۔

## راز

راز سے مراد معرفت ہے۔

”صاحب راز“ وہی مرد عارف ہے جسے معرفت حاصل ہوتی ہے۔

## روح الامین

جبرائیل علیہ السلام کو کہتے ہیں ”کیونکہ وہ ایک ایسی روح ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کے علم کا خزانہ بطور امامت کے سپرد کیا گیا۔“

## ریاضت

”موافق شریعت و طریقت عبادات شاقد مثلاً کثرت روزہ نماز، ذکر، نوافل، اعتکاف چلکشی وغیرہ۔

ترزیکیہ نفس اور تہذیب اخلاق اور اوصاف ملکوتی کے حصول میں مشقت اٹھانا۔“

## بر

ویسے تو الہی بھید کو بر کہتے ہیں مگر ایک اور سیاق و سباق میں ”قلب“ کو اگر بندے کی ذات کا مرکز قرار دیا جائے تو پھر آگے قلب کا مرکز ”روح“ اور پھر روح کا مرکز ”بر“ ہو گا۔ اس کا پالینا گویا معرفت کے ایک مصدر و منبع کو پالینا ہے۔ اس سے آگے پھر بر کے مرکز بھی ہیں جنہیں خفی اور انہی کہتے ہیں۔

## سدراۃ المنتہی

”وہ انتہائی مقام جس کے ذریعے سے مخلوق اپنی سیر میں خداۓ تعالیٰ تک پہنچتی ہے۔ اس سے اوپر کسی کی رسائی نہیں۔“

## شور

”معرفت ذات حق سچانہ“ کو صوفیاء کرام شور کہتے ہیں۔

## شوق

”دل کا طلب حق میں بڑھنا اور وصل یار حاصل ہونے پر بھی طلب میں کمی نہ آنا بلکہ زیادہ ہونا“ شوق ہے۔

بقول حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی ”شوق طلب وصال کو کہتے ہیں۔ شوق عموماً غائب چیز کے لئے پیدا ہوتا ہے بر عکس ذوق کے جو حاضر یعنی کسی چیز کو دیکھ کر پیدا ہوتا ہے۔

## ذوق

”ذکر محبوب یا دیدار معمشوق سے عاشق کا مست و بے خود ہو جانا ذوق ہے۔“ نیز

اصطلاحاتِ صوفیہ کی رو سے معرفت میں ذوق سے مراد وہ نور ہے جو "اللہ تعالیٰ" کی طرف سے اولیاء اللہ کے دلوں پر وارد ہوتا ہے اور اولیاء اللہ اس نورِ معرفت کے ذریعہ سے حق و باطل میں تمیز کرتے ہیں۔"

### عشق

عشق کی کوئی جامع تعریف مختصر آبیان نہیں کی جاسکتی۔

اس کا پہلا درجہ محبت ہے "محبت ایک کشش مقناطیسی ہے جو کسی کو کسی کی جانب کھینچتی ہے۔ کسی میں حس و خوبی کی ایک جھلک کا دیکھ لینا اور اس کی جانب طبیعت کا مائل ہو جانا" (سرز دلبر اہل) محبت کا انتہائی مرتبہ عشق ہے۔

اب عشق و محبت کی کئی کیفیات اور کئی مراحل ہیں جن کے تجربات سے شراء کے اور صوفیاء کے دواوین بھرے پڑے ہیں۔ یہ محبت ہر انسانی عمل خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی کو متاثر کرتی ہے اور اسے ایک خاص رنگ میں رنگ دیتی ہے، محبت کے ڈانڈے پھر معرفت سے جاملتے ہیں چنانچہ دونوں کو لازم و ملزم قرار دے دیا گیا ہے۔"

"محبت معرفت کی محتاج ہے اور معرفت محبت کی..... یعنی بلا معرفت کے محبت پیدا نہیں ہوتی اور بغیر محبت کے معرفت میں ترقی نہیں ہوتی۔"

### عارف

"عارف وہ شخص ہے جسے ذات و صفات کا مشاہدہ حاصل ہو، اور موجودات کی حقیقت و ماہیت سے آگاہ ہو اور سلوک کے سارے مراتب طے کر چکا ہو اور ان کے سارے اسرار اس پر منکشف ہو چکے ہوں۔ حضرت سلطان باہوؒ کے نزدیک "عارف باللہ کا ابتدائی مرتبہ عامل عالم کا انتہائی مرتبہ ہے اور عارف باللہ کی انتہا فقیر کامل کے مراتب ہیں۔" (قرب دیدارص ۱۱) سلطان العارفین وہ ہے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو مر نظر رکھتا ہے اور خود بھی اللہ کی نظر میں منظور رہتا ہے۔

عارف معرفت میں دوسرے درویشوں کی نسبت ممتاز ہوتا ہے۔

### معرفت و عرفان

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے علم کو معرفت و عرفان کہتے ہیں۔ یہ علم اور ایمان کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ محض عقل اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ عقل کی رسائی صرف آثار تک ہے اس کی مثال یوں دی گئی ہے کہ اگر سورج کی شعاعیں پانی میں پڑ کر دیوار پر اپنا عکس ڈال رہی ہوں تو صرف ان کو دیکھنے والا نہ آفتاب کو دیکھ رہا ہوتا ہے نہ اس روشنی کو دیکھ پاتا ہے جس سے پانی منور ہوا ہے۔ عقل گویا صرف دیوار پر عکس دیکھ سکتی ہے مگر ایمان کی آنکھ الہام و کشف سے آفتاب اور اس کی روشنی کو بھی دیکھ لیتی ہے۔

فلسفی جو صرف عقل سے کام لیتا ہے آثار تک پہنچ جاتا ہے مگر فقیر حقیقت کو پالیتا ہے جس کے محض آثار تک فلسفی کی رسائی ہوتی ہے۔

فقیر فنا فی اللہ فنا فی التوحید کو معرفت ذاتی حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ جہاں رہے اور جس حال میں ہو اس کی نظر صرف ذات پر رہتی ہے۔ وہ اللہ سے صرف اللہ کو چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہاں کے اسرار و موز اس پر کشف فرماتا ہے۔

(اصطلاحات صوفیہ ص ۹۷)

### فتر

عشق کی طرح فقر کی جامع تعریف مشکل ہے کیونکہ یہ ایک زاویہ نظر بھی ہے اور اسلوب حیات بھی۔ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق فقر خاص طور پر ان اقدار کا حامل ہوتا ہے ۱۔ عشق ۲۔ علم ۳۔ ذکر و فکر ۴۔ ترک دنیا اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی دو (۲) صفات استغناہ اور توکل ۵۔ تنخیر و تصرف (تفصیل کے لئے دیکھئے رقم کی تصنیف احوال و مقامات حضرت سلطان باہو: باب ۲)

### فقیر

جود رویش یا طالب حق مذکورہ بالا ایجادی صفات اپنی شخصیت و کردار میں جذب کر لیتا

ہے اور کمال حاصل کر لیتا ہے فقیر کہلاتا ہے حضرت سلطان باہو نے فقیر کے تمام مدارج کی بڑی وضاحت سے تشریع کی ہے ان کے نزدیک کامل و مکمل فقیر مالک الملکی ہوتا ہے جس کے "قضے میں اسم اللہ ذات کی برکت سے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام روئے زمین کا ہر ایک ملک اور ہر ایک ولایت ہوتی ہے۔" (دیکھئے مذکورہ بالا کتاب کا باب ۲)

### فنا فی اللہ

جب اللہ کی یاد میں جان و تن کا ہوش تک نہ رہے تو یہ فنا ہے۔ اس فنا کے بعد ایک ایسا شعور ملتا ہے جو ہمیشہ باقی رہتا ہے، اُسے بقا کہتے ہیں فقر و درویشی میں ترقی کے تین درجے ہیں فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ یہ گویا تین زینے ہیں جن کے ذریعے فقیر روحانیت کی بلندیوں تک پہنچتا ہے۔

۱۔ فنا فی الشیخ: جب درویش مرشد کی پیروی میں کامل طور پر

منہمک ہو جاتا ہے اور شیخ کی محبت اور اتباع میں کمال کو پہنچتا

ہے۔

۲۔ فنا فی الرسول ﷺ: فقیر کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

محبت و اتباع میں محو ہو جانا اور آپ ﷺ کو حاضر و ناظر جان

کر آپ کی پیروی کرنا۔

۳۔ فنا فی اللہ: یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے اس سے مراد ہے فقر و

درویشی کے سارے عروج و نزول کے مراحل طے کر کے

ذات حق سبحانہ میں محو ہو جانا۔

سلطان العارفین سلطان باہو کے نزدیک اس کی جامع کیفیت "استغراق" ہے۔

### فنا فی التوحید

اپنی ذات اور خلق کی ذات کو ایک ہی ذات میں فنا کر دینا "ھو اللہ احده" اسے فنا نے

ذاتی کہتے ہیں۔ ”اس مرتبہ میں بندہ اپنی ذات سے غائب اور ذاتِ حق سے حاضر ہو جاتا ہے۔“

(سریر دلبران)

### فیض

”فیض جذبہ باطنی کا نام ہے“  
(اصطلاحات صوفیہ)

جب مرشد کسی بھی مقصد، ارادے یا نیت کے ساتھ مرید یا طالبِ حق کے دل پر توجہ کے ساتھ اپنے جذبہ باطنی کا پرتوڈالتا ہے تو اسے فیض کہتے ہیں۔

### قلب

صوفیاء کے نزدیک قلب انسان کی ذات کا مرکزی جوہر ہے۔ ان کے نزدیک انسانیت کا دار و مدار اسی قلب پر ہے۔

انسانیت کے اسی جوہر کو، جوہر انسان میں موجود ہے، عرشِ الٰہی اور نورِ الٰہی کہا گیا ہے۔ مرشد کی توجہ اور ذکر و فکر سے اس میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

یہ قلب اللہ کے ذکر اور نیتچنان محبت و معرفت سے معمور ہو جاتا ہے تو اسے زندہ قلب کہتے ہیں۔

”طلب سے مراد طالبِ مولیٰ ہے کیونکہ اہل طالبِ تصوف کے یہاں یہی ایک طلب ہے۔ طلبِ کامل اور طلبِ صادق اُسے کہتے ہیں کہ شب و روز اپنے مولا کی یاد سے غافل نہ ہو اور دنیا و آخرت کی نعمتوں کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو اور ہر روز بلکہ ہر آن طلب بڑھتی جائے۔“

”طالبِ حق یا طالبِ صادق وہی ہے جس کی طلب ایسی ہو جس کا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری فرماتے ہیں کہ طالب کسی مقام پر پہنچ کر بس نہیں کرتا بلکہ ہر مقام پر پہنچ کر اُس سے اعلیٰ کوشش کرتا ہے (اصطلاحات صوفیہ)“

### ظلِ اللہ

”ظلِ اللہ انسانِ کامل کو کہتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ ممکنات کا انتظام اُس کے ذریعہ سے

فرماتا ہے۔” (اصطلاحات صوفیہ) ظاہر میں حکمران یا بادشاہ کو بھی کہہ دیتے ہیں۔

### کامل

”کامل وہ شخص ہے جس کے تمام مقامات سلوک طے ہو چکے ہوں اور واقع الحق ہو گیا ہو،“ (اصطلاحات صوفیہ) مکمل اکمل اس کے آخری درجے ہیں۔

### کرامت

اگر کسی ولی سے عام عادت کے خلاف کوئی امر ظاہر ہو تو اُسے کرامت کہتے ہیں۔ اگر کسی نبی سے ظاہر ہو تو اُسے معجزہ کہتے ہیں۔

اگر کسی غیر مسلم یا جادوگر سے ظاہر ہو تو اُسے استدرانج کہتے ہیں۔

### کل

”حق سبحانہ تعالیٰ کا نام ہے جو تمام اسماء الہیہ کا جامع ہے،“ (اصطلاحات صوفیہ)  
صاحبِ کل وہ اولی الامر فقیر ہوتا ہے جو تمام صفاتِ الہی کو اپنے اندر جذب کر چکا ہوا اور  
دنیا میں اُس کی جملہ صفات کا مظہر ہو۔ ایسا فقیر اَللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَئٍ قَدِيرٌ کا مظہر ہوتا ہے اور  
تمام ممکنات اُس کے سامنے مسخر ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا ایسا وسیلہ ہوتا ہے کہ ادھر  
وہ کسی کام کا خیال کرتا ہے اور اُدھروہ ہو جاتا ہے۔

### کونہ

ہر شے کی حقیقت اور ماہیت کو کونہ کہتے ہیں۔

### مرشد

”مرشد وہ شخص ہے جو لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلانے کی کوشش کرے اور اُس کے  
طریقے بتائے۔“ (اصطلاحات صوفیہ)

### مرید

”وہ شخص ہے جو اپنے ارادہ کو ارادۃ اللہ میں محکردے اور اُسے یقین ہو کہ جو کچھ ہوتا

ہے ارادہ حق سچانہ سے ہوتا ہے۔ یہ شخص راضی برضاۓ حق ہوتا ہے۔” (اصطلاحات صوفیہ)

### مشابہہ

”تجلیات حق کو بلا حجاب دیکھنا“ (اصطلاحات صوفیہ)

نیز ”تجلیات کا پیغم ہونا“ (سر دبر اس)

### نظر

”حق سچانہ تعالیٰ کو صفات کے پردے میں دیکھنا“ (اصطلاحات صوفیہ) جو مرشد دوسروں کو یہ نظر عطا کرے، صاحبِ نظر ہوتا ہے۔

### نور

اللہ تعالیٰ کا نام ہے نیزان تمام واردات اور تجربات روحانی کو بھی نور کا نام دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے طالبِ حق کے دل پر نازل یا منکشف ہوں۔ حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں ”نور کیا چیز ہے؟ نور ایک غیر مخلوق اور باطنی قوت ہے جو حروف اسم اللہ ذات سے نمودار ہوتی ہے، یہی انوار و وسیلہ دیدار ہیں اور نصیب اولیاء اللہ زندہ دل و عقل بیدار ہیں۔“

(نور الہدی کلاں ص ۱۸۶)

### وصل، وصال

حق تک پہنچنا اور حق کو پالینا۔ وصل قریب حق کا وہ مقام ہے جہاں طالب مساوئ اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے پھر ایک لمحہ کے لئے بھی یادِ حق سے غافل نہیں ہوتا اور ہر وقت ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے۔

جنی حق کا ایسا وصال نصیب ہو جاتا ہے وہ خود ”حق“ بن جاتا ہے۔

### ولایت

یہ دو طرح سے لکھا جاتا ہے۔

۱۔ و کے نیچے زیر ہو یعنی ولایت..... ولایت قرب کا انتہائی مقام ہے جو دونوں جہان

میں دائمی طور پر ولی کو حاصل ہوتا ہے۔

”ولایت سے مراد وہ ولایت ہے جس میں وہ تصرفات عطا ہوتے ہیں جو خلق میں مقبولیت کا باعث ہوں مثلاً خوارق و تصرفاتِ تکوینی۔“ (سری دلبرال)

۲۔ د کے اوپر زبریعنی ولایت

ولایت کے معنی ہیں ”خود حاصل بحق ہو کر دوسروں کی حاجت روائی کرنا اور خدمتِ امت پر کمر بستہ ہو جانا“ (اصطلاحاتِ صوفیہ)

”اس سے مراد وہ ولایت ہے جس میں بندہ کو حق تعالیٰ کی جانب سے وہ تصرفات عطا ہوتے ہیں جن سے طلبِ الہی کی استعداد رکھنے والوں پر اثرات ڈالے جاتے ہیں“ اور انہیں ”مقاماتِ قرب تک پہنچایا جاتا ہے“ (سری دلبرال)



## حوالہ جات

یہ سب حوالے حضرت سلطان العارفینؒ کے رسائل و کتب کے ان اردو تراجم سے  
دیئے گئے ہیں جو ”اللہ والے کی قومی دکان لاہور“ نے شائع کئے۔

| حوالہ رسائل و کتب   | صفحہ | ارشادات               |
|---------------------|------|-----------------------|
| کلید التوحید ص ۱۱   |      | جاںیکہ من رسیدم ..... |
| ابیات               |      | میں شہرباز کرائ ..... |
| نورالہدیٰ ص ۱۵۵     |      | اے طالب حق .....      |
| نورالہدیٰ ص ۱۶۳     |      | ہر حال میں .....      |
| قرب دیدار ص ۳۱      |      | علم جان .....         |
| محک الفقر خورد ص ۳۶ |      | عارف جو .....         |
| امیر الکونین ص ۱۹   |      | علم نصیحت .....       |
| مجالستہ النبی ص ۱۳۳ |      | اول طالب کو .....     |
| مجالستہ النبی ص ۱۲۳ |      | علم ہمیشہ .....       |
| امیر الکونین ص ۱۱۵  |      | ہر علم کا .....       |
| ابیات               |      | علوم باہجھوں .....    |

| حوالہ رسالہ و کتب       | صفحہ | ارشادات                       |
|-------------------------|------|-------------------------------|
| محک الفقر کلاں ص ۷۵     |      | اے طالب ..... مردانا ہے       |
| کلید التوحید کلاں ص ۱۹۰ |      | علم عمل ..... کی طرح ہے       |
| کلید التوحید کلاں ص ۸۱  |      | علماء باطل ..... نہیں ہوتا    |
| عقل بیدار ص ۱۵          |      | جو شخص ..... ہو جاتا ہے       |
| عقل بیدار ص ۲۶          |      | وہ کون سا ..... ہو جاتا ہے    |
| عقل بیدار ص ۲۶          |      | شیطان کو ..... گمراہ کنندہ ہے |
| عقل بیدار ص ۵۸          |      | عارف لوگ ..... مقابلہ کر سکے  |
| محک الفقر خورد ص ۳۵     |      | وہ علم ..... کوشش رہے         |
| امیر الکونین ص ۵۸       |      | ظاہری علم ..... دنیا تاریک    |
| امیر الکونین ص ۱۱۳      |      | میں نے کوئی ..... پڑھتے ہیں   |
| محبت الاسرار ص ۱۲       |      | علماء تو ..... حاصل کرتے ہیں  |
| اسرار قادری ص ۳۱        |      | واضح رہے کہ ..... باقی ہوں    |
| تشیغ برہنہ ص ۱۲         |      | جو عالم ..... یاد نہیں رہتا   |
| عین الفقر ص ۱۶۰         |      | عالم بے عمل ..... محفوظ رکھے  |
| ابیات                   |      | حافظ پڑھ پڑھ .....            |
| محک الفقر کلاں ص ۲۰۲    |      | عالم کلام ..... صاحب دید ہیں  |
| محک الفقر کلاں ص ۳۰۰    |      | کامل اور دانا ..... غرق ہو    |
| نور الہدی خورد ص ۲۵     |      | علمائے دین ..... کر دیتا ہے   |
| کلید جنت ص ۶۰           |      | علماء کی ..... ابتداء ہے      |

| حوالہ رسالہ و کتب      | صفحہ | ارشادات                        |
|------------------------|------|--------------------------------|
| کلید التوحید کلاں ص ۶۹ |      | جو شخص ..... نصیب ہوگی         |
| نور الہدی خورد ص ۲۳    |      | جو عالم عامل ..... فقیر ہے     |
| نور الہدی خورد ص ۹     |      | اللہ کی راہ ..... راہ ہے       |
| عقل بیدار ص ۱۱۳        |      | جو صاحب درد ..... لوثڑا ہے     |
| عقل بیدار ص ۱۱۳        |      | جو شخص ..... جاہل ہے           |
| عقل بیدار ص ۱۲۲        |      | فقر کی ابتداء ..... حضوری ہے   |
| عقل بیدار ص ۵۲         |      | فقر کی ابتداء ..... ہو جائے    |
| عقل بیدار ص ۶۷         |      | واضح رہے ..... حاصل ہو سکتا ہے |
| امیر الکونین ص ۷۶      |      | ربانی کلمات ..... ہو جاتا ہے   |
| توفیق ہدایت ص ۶۵       |      | اے عالم باعمل ..... حکمت ہے    |
| محکم الفقراء ص ۲۸      |      | نماز کے تارک ..... مگر اسی ہے  |
| توفیق ہدایت ص ۱۰       |      | جو باطن ..... باطل ہے          |
| کلید التوحید کلاں ص ۸  |      | جاہل سے ..... نہیں ہوتا        |
| امیر الکونین ص ۷       |      | اہل بدعت ..... بنتے ہیں        |
| نور الہدی ص ۷۶         |      | واضح ہو کہ ..... بے اعتبار ہے  |
| کلید جنت ص ۲۹          |      | جو شخص ..... خبیث ہے           |
| کلید التوحید کلاں ص ۷  |      | جس طریقہ ..... بے دینی ہے      |
| امیر الکونین ص ۷       |      | مردانِ خدا ..... ہو جاتے ہیں   |
| امیر الکونین ص ۳۲      |      | جو فقیر ..... نہیں پہنچ سکتے   |

| حوالہ رسالہ و کتب  | صفحہ | ارشادات                      |
|--------------------|------|------------------------------|
| محکم الفقراء ص ۱۰  |      | یقیناً استقامت ..... بہتر ہے |
| محکم الفقراء ص ۲۱  |      | جودل ..... سرد ہے            |
| اسرار قادری ص ۵۳   |      | مردوہ ..... باقی ہوں         |
| مجالستہ النبی ص ۱۳ |      | جس راہ کو ..... کفر ہے       |
| عقل بیدار ص ۲۳     |      | اہل حضور ..... خود فروٹ ہیں  |
| عقل بیدار ص ۲۵     |      | فقیر کا وجود ..... نہیں ہوتا |
| عقل بیدار ص ۲۵     |      | دل اور ..... جزو ہیں         |
| ابیات              |      | دل دریا سمندروں ..... دل     |
| عقل بیدار ص ۳۷     |      | فقیر اگر چہ ..... ہوتا ہے    |
| عقل بیدار ص ۳۹     |      | رستگاری ..... آگاہ ہے        |
| عقل بیدار ص ۴۷     |      | اگر فقیر ..... بن سکتا ہے    |
| عقل بیدار ص ۱۰۹    |      | جن اولیاء اللہ ..... ہوتا ہے |
| عقل بیدار ص ۱۰۹    |      | جو جس قدر ..... خوف میں      |
| عقل بیدار ص ۱۲۶    |      | غنی اور ..... رکھتی ہے       |
| عقل بیدار ص ۱۳۸    |      | وہ لوگ ..... دعویٰ کرتے ہیں  |
| امیر الکونین ص ۲   |      | فقیر صاحب امر ..... ہو جائے  |
| امیر الکونین ص ۷   |      | فقیر کل ..... جزو ہیں        |
| امیر الکونین ص ۱۹  |      | جو عارف ..... ہے             |
| امیر الکونین ص ۲۲  |      | معرفت کی ..... ہوتی ہے       |

| حوالہ رسالہ و کتب  | صفحہ   | ارشادات                          |
|--------------------|--------|----------------------------------|
| امیر الکونین ص ۳۱  |        | عارف فقیر ..... بازاری ہے        |
| امیر الکونین ص ۱۰۶ |        | جو عارف ..... مردود ہے           |
| امیر الکونین ص ۳۹  |        | جاننا چاہئے ..... ہو جاتا ہے     |
| امیر الکونین ص ۱۰۷ | دو چند | عارف کے لئے .....                |
| امیر الکونین ص ۱۱  |        | غیب کا جانا ..... درپے ہے        |
| امیر الکونین ص ۱۲۰ |        | واضح رہے ..... قیمتی ہوتا ہے     |
| محبت الاسرار ص ۸   |        | فقیر کا مقام ..... دیکھ سکتے ہیں |
| محکم الفقراء ص ۱۶  |        | کسی کامل ..... باز نہ رہ         |
| محکم الفقراء ص ۲۳  |        | بے عقل ..... عقل مند ہے          |
| جامع الاسرار ص ۶   |        | ہر چیز کی ..... فقر ہے           |
| جامع الاسرار ص ۷   |        | جس شخص ..... بنادیتا ہے          |
| جامع الاسرار ص ۲۳  |        | جس کا نام ..... سمجھتے ہیں       |
| جامع الاسرار ص ۳۱  |        | اکثر لوگ ..... جاتا نہ رہے       |
| جامع الاسرار ص ۵۱  |        | واضح رہے ..... مخصر ہے           |
| جامع الاسرار ص ۷۵  |        | عشق کی راہ ..... نہ دیکھو        |
| جامع الاسرار ص ۱۷  |        | فقیر بمنزلہ ..... کرتی ہے        |
| ایات               |        | غوث قطب ہن .....                 |
| اسرار قادری ص ۲۱   |        | اہل فقر ..... بے حساب ہوگا       |
| اسرار قادری ص ۱۷   |        | جس فقیر ..... بڑھ کر ہے          |

| حوالہ رسالہ و کتب      | صفحہ | ارشادات                            |
|------------------------|------|------------------------------------|
| اسرار قادری ص ۱۹       |      | حق کو ..... دیتا ہے                |
| توفیق ہدایت ص ۱۵       |      | اولیاء اللہ ..... رہیں گے          |
| توفیق ہدایت ص ۳۱       |      | ہزاروں میں سے ..... ہوتا ہے        |
| توفیق ہدایت ص ۲۹       |      | ایے لوگوں سے ..... حاصل ہو         |
| توفیق ہدایت ص ۳۲       |      | فقیر بادشاہ ..... نہیں کہہ سکتے    |
| توفیق ہدایت ص ۳۶       |      | فقیر غنی ..... ہوتی ہے             |
| کلید التوحید خورد ص ۱۹ |      | مثل ہے ..... بزر میں               |
| قرب دیدار ص ۳۹         |      | جو کچھ ..... طلب کر                |
| عین الفقر ص ۱۰۰        |      | اہل محبت ..... رہتے ہیں            |
| عین الفقر ص ۱۱۲        |      | فقیری کسی کی ..... نازل فرمائے     |
| عین الفقر ص ۱۱۸        |      | فقیر وہ ..... پوشیدہ ہیں           |
| عین الفقر ص ۱۵۸        |      | جس طرح ..... رہتے ہیں              |
| عین الفقر ص ۱۶۵        |      | اہل عبادت ..... ہو سکتا ہے         |
| عین الفقر ص ۱۶۹        |      | دنیا میں ..... رہتے ہیں            |
| عین الفقر ص ۱۸۱        |      | درویش صاحب شعور ..... صاحبِ ذوق ہے |
| محک الفقر کلاں ص ۵۲    |      | بعض درویش ..... خالی از حکمت نہیں  |
| محک الفقر کلاں ص ۷۸    |      | عارف بغیر ..... نہیں ہوتا          |
| محک الفقر کلاں ص ۷۸    |      | جس طرح آفتاب ..... رہتے ہیں        |
| محک الفقر کلاں ص ۱۳۷   |      | فقراء آئینہ کی طرح ..... خالی ہے   |

| حوالہ رسالہ و کتب       | صفحہ | ارشادات                       |
|-------------------------|------|-------------------------------|
| محک الفقر کلاں ص ۱۲۵    |      | اور جس نے ..... حاصل ہو       |
| محک الفقر کلاں ص ۱۹۳    |      | زندہ دل ..... باحضور ہے       |
| محک الفقر کلاں ص ۲۰۱    |      | جس کو ..... رکھتا ہے          |
| محک الفقر کلاں ص ۲۳۵    |      | فقر نعمت ..... کاذب ہے        |
| محک الفقر کلاں ص ۲۹۲    |      | فقیر کا دشمن ..... یا کافر    |
| نور الہدی ص ۷۱          |      | نہ ہر درویش ..... ہوتا ہے     |
| نور الہدی ص ۱۳۱         |      | عارف ..... احوال ہے           |
| مفتاح العارفین ص ۵۳     |      | کیمیا نظر ..... مکشف کر دے    |
| کلید التوحید کلاں ص ۹   |      | شخص ..... حاصل ہوتی ہے        |
| کلید التوحید کلاں ص ۵۲  |      | اسی فقیر ..... مشغول رہتا ہے  |
| کلید التوحید کلاں ص ۵۷  |      | مجھے ان لوگوں ..... مارتے ہیں |
| کلید التوحید کلاں ص ۵۷  |      | فقیر کی زبان ..... ہوتی ہے    |
| کلید التوحید کلاں ص ۵۹  |      | دنیوائی اور ..... رہتے ہیں    |
| کلید التوحید کلاں ص ۱۰۵ |      | جو مہذب ..... رحم کرتا ہے     |
| کلید التوحید کلاں ص ۱۵۸ |      | ولی اللہ ..... لپٹا ہوا ہو    |
| کلید التوحید کلاں ص ۱۶۲ |      | فقیر ہونا ..... ہوتا ہے       |
| کلید التوحید کلاں ص ۱۵۵ |      | اہل دنیا ..... بدتر ہے        |
| کلید التوحید کلاں ص ۲۱۲ |      | فقرا اور ..... کریم ہے        |
| کلید التوحید کلاں ص ۳۰۷ |      | تمام مز میں ..... پریشان ہے   |

| حوالہ رسالہ و کتب       | صفہ | ارشادات                          |
|-------------------------|-----|----------------------------------|
| کلیدات توحید کلاں ص ۳۲۹ |     | جن لوگوں کو ..... شوالب ہے       |
| کلیدات توحید کلاں ص ۳۲۹ |     | اس راہ میں ..... درد دل ہے       |
| جامع الاسرار ص ۲۱       |     | اہل دل کی ..... کرتا ہے          |
| ابیات                   |     | ایہہ تن میرا ..... بخیاں ہو      |
| عقل بیدار ص ۳۶          |     | کامل فقیر ..... جزو ہے           |
| امیر الکونین ص ۱۲       |     | بات توفیق مرشد ..... ہوتا ہے     |
| امیر الکونین ص ۱۰۲      |     | طالب مرشد ..... اہل قسمت کو      |
| امیر الکونین ص ۳۸       |     | ہزاروں کتابیں ..... آجاتے ہیں    |
| ابیات                   |     | سے روزے سے نفل .....             |
| جامع الاسرار ص ۵۷       |     | طالب کو چاہئے ..... باقی ہوں     |
| جامع الاسرار ص ۷۵       |     | کامل مرشد ..... ہو جاتی ہیں      |
| نور الہدی ص ۱۲۵         |     | مرشد کا فیض ..... ہوتا ہے        |
| کلیدات توحید کلاں ص ۹۲  |     | جو شخص ..... دشمن ہے             |
| ابیات                   |     | کامل مرشد ایسا ہو وے .....       |
| ابیات                   |     | اللہ چنے دی نوئی .....           |
| کلیدات توحید کلاں ص ۱۸۲ |     | مجھے ان لوگوں پر ..... نادان ہیں |
| عقل بیدار ص ۱۲          |     | خاص کی ..... معراج ہے            |
| عقل بیدار ص ۲۲          |     | عقل اللہ تعالیٰ کی ..... رجوع کر |
| عقل بیدار ص ۳۹          |     | نفس پرست ..... کم                |

| حوالہ رسالہ و کتب      | صفحہ | ارشادات                               |
|------------------------|------|---------------------------------------|
| محبت الاسرار ص ۱۵      |      | جس کی ..... درویش نہیں                |
| کلید التوحید خورد ص ۲۶ |      | مرید ہونا ..... مشکل ہے               |
| فضل اللقاء ص ۲۲        |      | اے حمق! ..... صحبت بخشے               |
| محک الفقراء کلام ص ۱۶۳ |      | مردِ کامل ..... کھینچ لے جاتا ہے      |
| نور الہدی ص ۱۹۸        |      | اے طالب حق ..... ہٹادے                |
| نور الہدی ص ۲۲۶        |      | اے سید! ..... بے غم ہو گیا            |
| مجالستہ النبی ص ۲۰     |      | یاد رکھو ..... وہی شیطان ہے           |
| کلید التوحید کلام ص ۲۷ |      | جس طرح لوگ ..... رہتا ہے              |
| عقل بیدار ص ۶۳         |      | خود پسند ..... رہتا ہے                |
| امیر الکونین ص ۱۳۲     |      | تو فیق پسند ..... عطا کر دیتا ہے      |
| عقل بیدار ص ۲۶         |      | وہ کون سا ..... ہو جاتا ہے            |
| عقل بیدار ص ۳۰         |      | خدا کرے ..... خیال کرے                |
| عقل بیدار ص ۵۵         |      | عاشق کی ..... نہیں کرتا               |
| عقل بیدار ص ۶۰         |      | فقیر کے لئے ..... بمنزلہ خار ہے       |
| امیر الکونین ص ۱۶۶     |      | غفلت کی روٹی ..... غار ہے             |
| جامع الاسرار ص ۳۷      |      | جس شخص پر ..... مطبع ہوتا ہے          |
| محک الفقراء خورد ص ۲۲  |      | دنیا کے طالب ..... مرجاتے ہیں         |
| گنج الاسرار ص ۲۲       |      | تمام انبیاء و اولیاء ..... ہو سکتا ہے |
| ابیات                  |      | اُدھی لعنت دنیا تائیں .....           |

| حوالہ رسالہ و کتب       | صفحہ | ارشادات                               |
|-------------------------|------|---------------------------------------|
| کلید التوحید کلاں ص ۲   |      | دنیادی دام درم ..... قرانیں لینے دیتی |
| کلید التوحید کلاں ص ۱۰۵ |      | اللہ تعالیٰ کے سوا ..... راستہ ہے     |
| کلید التوحید کلاں ص ۱۳۲ |      | انسانی وجود ..... بسرا کئے ہے         |
| کلید التوحید کلاں ص ۱۶۶ |      | واضح رہے ..... خود پسندی ہے           |
| کلید التوحید کلاں ص ۱۶۸ |      | جو شخص پہلے ..... محال ہے             |
| کلید التوحید کلاں ص ۲۶۲ |      | خام اگر ..... کچھ نہیں آتا            |
| عقل بیدار ص ۴۰          |      | دل ایک ایسا ..... سما سکتا            |
| قرب دیدار ص ۵۸          |      | ذکر قلبی ..... حاصل ہوتی ہیں          |
| عین الفقر ص ۱۰۰         |      | راہِ حق ..... محبت و اخلاص میں ہے     |
| مفہوم العارفین ص ۷      |      | درویش کے لئے ..... حاضر الوقت ہو      |
| عقل بیدار ص ۱۲۷         |      | عمر ریت کی ..... کی طرح ہے            |
| امیر الکونین ص ۹۹       |      | خاص الخاص ..... رسکی ہوتی ہے          |
| محکم القراء ص ۳۱        |      | ریاضت کے ..... بہتر ہے                |
| اورنگ شاہی ص ۱۷         |      | عزیزی مکن ..... پھرتے ہو              |
| توفیق ہدایت ص ۳۶        |      | خلقت سے ..... باعث ہے                 |
| ابیات                   |      | ایہہ تن رب سچے دا .....               |
| عین الفقر ص ۱۳۲         |      | رزق انسان کی ..... نہیں چھوڑتی        |
| عین الفقر ص ۱۵۰         |      | بہت علم پڑھنا ..... فرض ہے            |
| محکم الفقر خورد ص ۱۱    |      | خدا کے کسی ..... کام نہیں آتا         |

| حوالہ رسالہ و کتب       | صفحہ | ارشادات                            |
|-------------------------|------|------------------------------------|
| محک الفقر خورد ص ۳۸     |      | تو اگر ..... نہ پہنچا              |
| محک الفقر کلاں ص ۱۵۳    |      | دل کا مجزہ ..... دور ہو گیا        |
| محک الفقر کلاں ص ۲۸۵    |      | اللہ کا کلام ..... نہیں پہچانتا    |
| نور الہدی ص ۲۲۱         |      | جو شخص سادات کو ..... محروم ہے     |
| مفتاح العارفین ص ۶      |      | عقل مندو ہی ..... نعمت ملے گی      |
| کلید التوحید کلاں ص ۱۵۵ |      | پہلے لقمہ حلال ..... نہیں ہوتی     |
| کلید التوحید کلاں ص ۲۶۲ |      | غلط آدمی ..... آگاہی نہیں ہوتی     |
| کلید التوحید کلاں ص ۲۶۷ |      | جس میں ..... ہم نشین ہے            |
| کلید التوحید کلاں ص ۲۸۵ |      | تجھے معلوم نہیں ..... شہیں لگتی ہے |
| ابیات                   |      | بے رب ناتیاں دھوتیاں .....         |

سلطان العارفین

# حضرت سلطان باہمود

(حیات و تعلیمات)



پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی